MIRRAT UL ARIFEEN INTERNATIONAL
ماہنامہ
لاہور

مرآۃ العارفین انٹرنیشنل

جلد نمبر 22
شمارہ نمبر 11
مارچ 2022ء، شعبان المعظم 1443ھ
WWW.MIRRAT.COM

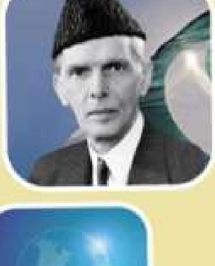

اس شمارے میں:

- قومی حضرت سلطان باھو کانفرنس کی روئیداد
- قائداعظم: فکر و اثر
- پاکستان کی نیشنل سیکورٹی پالیسی
- قازقستان - پاکستان تعلقات: تعاون کے مواقع
- میٹاورس ٹیکنالوجی کیا معاشرتی اثرات مرتب کرے گی؟

اور دیگر معلوماتی و تجزیاتی مضامین

قیامِ پاکستان کے مقاصد سے

تجدیدِ عہدِ وفا کا دن

آج تعمیرِ پاکستان اور تکمیلِ پاکستان کے سفر میں

ہر پاکستانی کو

یقینِ محکم اور جہدِ مسلسل سے

کام کرنے کی ضرورت ہے۔

یقیں محکم، عمل پیہم، محبّت فاتحِ عالم
جہادِ زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں

مسلسل اشاعت کا بائیسواں سال

MIRRAT UL ARIFEEN INTERNATIONAL

ماہنامہ

مرآۃ العارفین انٹرنیشنل

لاہور

مارچ 2022ء، شعبان المعظم 1443ھ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

فیضانِ نظر

سُلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی صاحب قدس سرہ العزیز

چیف ایڈیٹر: صاحبزادہ سلطان احمد علی

ایڈیٹوریل بورڈ:
- سید عزیز اللہ شاہ ایڈووکیٹ
- مفتی محمد شیر القادری
- افضل عباس خان

آرٹ ایڈیٹر:
- محمد احمد رضا
- واصف علی

اندرون ملک نمائندے

اسلام آباد	مہتاب احمد
کراچی	لئیق احمد
فیصل آباد	ڈاکٹر غضنفر عباس
ملتان	شبیر حسین
لاہور	حافظ محمد ریحان
کوئٹہ	رسالت حسین
پشاور	سید حسین علی شاہ

بیرون ممالک نمائندے

ممالک	نمائندگان
اٹلی	چوہدری ناصر حسین
انگلینڈ	منظور احمد خان
ساؤتھ افریقہ	آصف ملک
سعودی عرب	مہر کریم بخش
سپین	محمد عقیل
فرانس	امجد علی
کینیڈا	ثقلین عباس
متحدہ عرب امارات	نصیر شاہ
ملائیشیا	محمد شفقت
یونان	محمد شکیل

فی شمارہ نیوز پیپر: 45 روپے — سالانہ (ممبرشپ) 540 روپے

فی شمارہ آرٹ پیپر: 100 روپے — سالانہ (ممبرشپ) 1200 روپے

سعودی ریال	امریکی ڈالر	یورپین پونڈ
400	200	140

نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسمِ شبیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ (اقبال)

سلطان العارفین حضرت سلطان باھو کی نسبت سے شائع ہونے والا، فلسفۂ وحدانیت کا ترجمان،
اصلاحِ انسانیت کا پیمبر، اتحادِ ملّتِ بیضا کے لئے کوشاں، نظریۂ پاکستان کی روشنی میں استحکامِ پاکستان کا داعی

اس شمارے میں

1	اقتباس		3
	اداریہ		
2	دستک		4
	قومی و بین الاقوامی		
3	مولانا رومی اور علامہ اقبال	مسلم انسٹیٹیوٹ	5
4	قازقستان پاکستان تعلقات: تعاون کے مواقع	مسلم انسٹیٹیوٹ	8
5	قائد اعظمؒ۔ فکر اور اثر	مسلم انسٹیٹیوٹ	11
6	پاکستان میں جوناگڑھ کمیونٹی کا سیاسی وسماجی اور معاشی کردار	ندا کنول	14
7	میٹاورس (Metaverse)	ندیم اقبال	20
	احکامِ شرع		
8	معراجِ مصطفےٰ (ﷺ)	مفتی محمد اسماعیل خان نیازی	22
	باھُو شناسی		
9	قومی حضرت سلطان باھُو کانفرنس	مسلم انسٹیٹیوٹ	33
10	کلمہ طیب (تعلیماتِ صوفیاء کی روشنی میں) (آخری قسط)	لئیق احمد	40
11	میں قربان تہاں توں باھُوؒ	وقار حسن	45
12	شمس العارفین	مترجم: سید امیر خان نیازی	48
13	Abyat e Bahoo	Translated by: M.A Khan	49

اپنی بہترین اور مؤثر کاروباری تشہیر کیلئے مرآۃ العارفین میں اشتہار دیجئے رابطہ کیلئے: 0300-8676572

پبلشر سجاد علی چوہدری نے قاسم نعیم آرٹ پریس، بندروڈ، لاہور سے چھپوا کر کمرہ نمبر-9، سیکنڈ فلور، اسلم آرکیڈ 16 میکلوڈ روڈ، لکشمی چوک لاہور سے شائع کیا

برائے خط وکتابت: ماہنامہ مرآۃ العارفین انٹرنیشنل P.O.Box No.11 جی پی او، لاہور E-mail: miratularifeen@hotmail.com

WWW.ALFAQR.NET, WWW.MIRRAT.COM

"ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰیo فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰیo فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَآ اَوْحٰی" (النجم: 8-10)

"پھر قریب ہوا (اللہ عزوجل، سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) سے) پھر زیادہ قریب ہوا (سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) اپنے رب سے) تو دو کمانوں کی مقدار (نزدیک) ہوئے بلکہ اس سے (بھی) زیادہ قریب ہوئے، تو وحی فرمائی اپنے بندے (عبد مقدس) کو جو وحی فرمائی"۔

"یہاں تک کہ سیدی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) سدرۃ المنتہٰی پہ تشریف لے گئے تو اللہ رب العزت (اپنی شان کے لائق) بہت ہی قریب ہوا، یہاں تک دو کمانوں کے برابر یا اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا، پھر اللہ رب العزت نے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی طرف وحی فرمائی"۔
(صحیح البخاری، کتاب التوحید)

سبحانی محبوب ربانی غوث الاعظم محی الدین
سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ
فرمان

"کسی نے سیّدنا غوث اعظم (رحمۃ اللہ علیہ) سے پوچھا: کیا آپؒ اللہ عزوجل کو دیکھتے ہیں؟ تو آپؒ نے ارشاد فرمایا: "اگر میں اللہ عزوجل کو نہ دیکھوں تو اسی جگہ پارہ پارہ کر دیا جاؤں"۔ سائل نے عرض کی، آپؒ اللہ عزوجل کو کیسے دیکھتے ہیں؟ آپؒ نے ارشاد فرمایا: "اس کا وجود (جیسے اس کی شان ہے) میری آنکھیں بند کر دیتا ہے۔ اس کے بعد میرا رب جیسے جنت میں ایمان والوں کو جس طرح چاہے گا دیدار کروائے گا۔ مجھے اپنا دیدار کرا دیتا ہے، میرے دل پر اپنی تجلی ڈال کر اپنی صفات، اپنے احسان، اپنے لطف و کرم اور اپنی رحمت کا ساحل دکھا دیتا ہے"۔ ابو القاسم حضرت جنید بغدادی (رحمۃ اللہ علیہ) فرمایا کرتے تھے: "میرے پاس میرا ہے ہی کیا؟" "صوفی وہ ہے جو اپنے وجود سے پاک اور صاف ہو گیا، اس کا دل اللہ عزوجل اور اس کے بیچ قاصد بن گیا اور کوئی صوفی، صوفی ہوتا ہی نہیں، جب تک حضور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) اس کے خواب میں تشریف لا کر ادب نہ سکھائیں اور اِسے امر و نہی نہ فرمائیں۔ پھر اِس کا دل ترقی کرتا چلا جائے اور اس کا باطن صاف ہو کر بادشاہ کے دروازے پر پہنچ جاتا ہے اور اس کا ہاتھ سیدی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے دستِ اقدس میں ہوتا ہے"۔
(الفتح الربانی)

سلطان العارفین
حضرت سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ
فرمان

جیں دل عشق خرید نہ کیتا سو دل درد نہ پھُٹّی ھو
اس دل تھیں سنگ پتھر چنگے جو دل غفلت اٹّی ھو
جیں دل عشق حضور نہ منگیا سو درگاہوں سُٹّی ھو
ملیا دوست نہ انہاں باھو جنہاں چوڑ نہ کیتی ترٹّی ھو
(ابیاتِ باھُو)

فرمانِ قائدِ اعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ

ایمان، اتحاد، تنظیم

"ایسے علاقوں کی حکومت میں جن کے درمیان اس قدر طویل فاصلہ حائل ہو، اتحاد عمل کیسے ہو سکتا ہے؟ مَیں اس سوال کا ایک لفظ میں جواب دے سکتا ہوں اور وہ ہے 'ایمان'۔ ایمان، اللہ تعالیٰ کی ذات پر، اپنے اوپر اعتماد اور اپنے مقدر پر بھروسہ۔ لیکن میں سمجھ سکتا ہوں کہ جو لوگ ہم سے واقف نہیں ہیں انہیں اس مختصر سے جواب کے مضمرات کو سمجھنے میں شاید دقت محسوس ہو"۔
(آسٹریلیا کی عوام سے نشری خطاب، 19 فروری 1948ء)

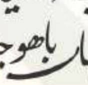

فرمانِ علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ

دے ولولہ شوق جسے لذت پرواز
کر سکتا ہے وہ ذرۂ مہ و مہر کو تاراج
تو معنی وَ النَّجمِ، نہ سمجھا تو عجب کیا
ہے تیرا مد و جزر ابھی چاند کا محتاج
(ضربِ کلیم)

پاکستان کی قومی سلامتی پالیسی: مختصر جائزہ

حکومتِ پاکستان نے حال ہی میں نیشنل سیکورٹی پالیسی (2022ء-2026ء) کا دستاویزی شکل میں پہلی بار باقاعدہ اعلان کیا ہے جس میں عوامی سلامتی، فلاح و بہبود اور ترقی کو ترجیح دی گئی ہے- اس میں سیاسی، معاشی، ماحولیاتی، صحت، خوراک اور سماجی سیکیورٹی بھی شامل ہیں- بنیادی طور پر یہ عوام مرکوز (Citizen-Centric) پالیسی ہے- حکومتِ پاکستان کا سیکیورٹی پالیسی جاری کرنا قابلِ ستائش ہے کیونکہ عوامی فلاح و بہبود ہی قومی سلامتی کیلئے بہتر ذرائع اور وسائل مہیا کرسکتی ہے- یہ پاکستان کی پہلی قومی جامع پالیسی ہے اس سے پہلے ایسی کوئی پالیسی تحریری شکل میں موجود نہیں تھی- یہ پالیسی ایک فریم ورک مہیا کرے گی جو پاکستان کی داخلی و خارجی سالمیت و وقار کے تحفظ اور عوامی فلاح و بہبود سمیت کئی معاملات میں کارآمد ثابت ہو گا- اگر اس پالیسی کو مختصراً بیان کیا جائے تو درج ذیل تین اہم نکات نظر آتے ہیں:

پاکستان جنگ کا ساتھی نہیں بلکہ ہمیشہ امن کا ساتھ دیتا رہے گا-

پاکستان علاقائی امن و استحکام میں اپنا ہر ممکن کردار ادا کرتا رہے گا اور خطے میں تجارتی تعاون و روابط اور ہم آہنگی کو فروغ دے گا-

پاکستان اپنے عوام اور شہریوں کی فلاح و بہبود اور ترقی و خوشحالی کیلئے تمام وسائل بروئے کار لا کر اُن کی مشکلات کو ترجیحی بنیادوں پر حل کرنے کی کوشش کرے گا-

اس پالیسی کے تحت جیو اکنامکس، تجارت، تعاون، اصل اسلامی تشخص، غربت کا خاتمہ، غیر روایتی سیکیورٹی، غیر جانبداری، ثقافت اور سیاحت اور روابط کو فروغ دیا جائے گا-

حالیہ پالیسی کے ارتقاء میں مختلف عوامل شامل ہیں جن میں سب سے پہلے عالمی سیاست ہے- مثلاً موجودہ صدی میں جنگ کا تصور روایتی طرز سے غیر روایتی طرز میں تبدیل ہو چکا ہے جس میں ملکوں کی داخلی کمزوریوں کا فائدہ اٹھا کر انتشار، برائے نام انقلاب یا بغاوت کے نام پر ان ممالک کو غیر مستحکم کیا جاتا ہے- پاکستان اپنی آزادی سے ہی عالمی سیاست کے گرداب میں پھنسا ہوا ہے چاہے وہ سرد جنگ کی سیاست ہو یا دہشت گردی کے خلاف جنگ- اس تناظر میں دفاعی صلاحیتوں کے ساتھ ساتھ داخلی انتشار و فسادات کا سدِ باب ضروری ہے تاکہ کوئی بھی طاقت ہائبرڈ وار فیئر یا انتشار کے ذریعے ہمیں کمزور کرنے کی جرأت نہ کر سکے- اسی طرح ایک اہم پہلو علاقائی سیاست ہے جس میں پاکستان کے مشرق میں بھارت ہے جس نے آج تک ہمارا وجود تسلیم نہیں کیا جبکہ مغرب میں افغانستان ہے جو ابھی تک امن و امان سے محروم ہے- جبکہ وسطی ایشیائی ریاستیں گرم پانیوں تک پہنچنے کیلئے محفوظ اور پُر امن تجارتی راستے کے منتظر ہیں- جبکہ تیسرا پہلو چین کی ابھرتی ہوئی معیشت ہے- اس تمام تناظر میں یہ پالیسی پاکستان کیلئے ایک خوش آئند قدم ہے جس سے علاقائی روابط، علاقائی تعاون و ہم آہنگی اور تجارت کے فروغ کے ساتھ ساتھ ملک کے داخلی مسائل کو حل کرنے میں مدد ملے گی-

یہ ایک حقیقت ہے کہ نیشنل سیکیورٹی کا مقصد ملک کی جغرافیائی خود مختاری اور سالمیت و وقار پر آنچ نہ آنے دینا بھی ہے- ایسے میں پاکستان کے مقبوضہ علاقوں (جیسے سیاچین، جوناگڑھ اور سر کریک وغیرہ) جن پر غیر قانونی بھارتی قبضہ ہے ان کے حصول کے بغیر قومی سلامتی کا تصور ادھورا رہے گا اور جب تک یہ علاقے بھارت کے قبضے میں رہیں گے پاکستان کی سالمیت اور علاقائی وقار کو ہمیشہ خطرہ رہے گا- لہٰذا مقبوضہ جموں کشمیر کے ساتھ ساتھ ریاست جوناگڑھ اور دیگر مقبوضہ علاقوں سے بھارتی قبضہ ختم کرانا اور ان مسائل کا منصفانہ حل پاکستان کی نیشنل سیکیورٹی کا حصہ رہے گا- Geo Economic and Geo Strategic complexities ساتھ ساتھ چلیں گی-

بطور پاکستانی ہم سب کی ذمہ داری ہے کہ نیشنل سیکیورٹی پالیسی کے تحت تعلیم، صحت، خوراک اور ماحولیاتی آلودگی سے نجات کیلئے ترجیحی بنیادوں پر کاوشوں کا حصہ بنیں اور پاکستان کی سوشو- اکنامک ترقی میں اپنا کردار ادا کریں- ہم سب پر فرض عائد ہوتا ہے کہ نہ ہم خود کسی بیرونی سازش کا حصہ بنیں اور نہ ہی دیگر شہریوں کو جانے انجانے میں ففتھ جنریشن وار کا شکار ہونے دیں- یاد رہے! کوئی پالیسی صرف حکومتی کوششوں سے کامیاب نہیں ہوتی جب تک ملک کی عوام اس پالیسی پر عمل پیرا نہ ہو ایسے ہی کوئی بھی فوج اُس وقت تک جنگ نہیں جیتتی جب تک اس کی قوم اُس کے شانہ بشانہ کھڑی نہ ہو- چنانچہ ہر پاکستانی اپنے ملک کا جانباز سپاہی ہے جس نے پاکستان کے مسائل حل کرنے کیلئے اپنا کلیدی اور مؤثر کردار ادا کرنا ہے-

سیمنیار

مولانا رومی اور علامہ اقبال

رپورٹ: مسلم انسٹیٹیوٹ

مسلم انسٹیٹیوٹ کے زیر اہتمام 18 فروری 2022 بروز جمعہ ’’مولانا رومی اور علامہ اقبال‘‘ کے موضوع پر لاہور میں سیمینار کا انعقاد کیا گیا- اس موقع پر عزت مآب ڈاکٹر علی ارباش (وزیر مذہبی امور، ترکی) مہمان خصوصی تھے- صاحبزادہ سلطان احمد علی (دیوان جوناگڑھ اسٹیٹ و چیئرمین مسلم انسٹیٹیوٹ) نے افتتاحی کلمات ادا کیے- پیر نور الحق قادری (وفاقی وزیر برائے وزارت مذہبی امور، پاکستان)، پروفیسر ڈاکٹر اصغر زیدی (وائس چانسلر گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، لاہور) اور پروفیسر ڈاکٹر محمد سلیم مظہر (وائس چانسلر سرگودھا یونیورسٹی) مہمان مقررین تھے- حمزہ افتخار (ریسرچ ایسوسی ایٹ مسلم انسٹیٹیوٹ) نے ماڈریٹر کے فرائض سرانجام دیے- ترکی کے پندرہ رکنی وفد کے علاوہ اراکینِ صوبائی و قومی اسمبلی، محققین، سکالرز، پروفیسرز، طلباء، وکلاء، صحافیوں، سماجی کارکنان اور زندگی کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے افراد نے سیمینار میں شرکت کی-

مقررین کی جانب سے کیے گئے اظہارِ خیال کا خلاصہ درجہ ذیل ہے:

افتتاحی کلمات

صاحبزادہ سلطان احمد علی

(دیوان جوناگڑھ اسٹیٹ و چیئرمین مسلم انسٹیٹیوٹ)

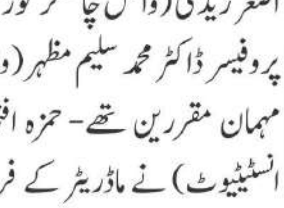

یہ ہمارے لیے بڑے اعزاز کی بات ہے کہ عزت مآب ڈاکٹر علی ارباش، وزیر مذہبی امور ترکی نے لاہور کی تاریخی بادشاہی مسجد میں امامت کروائی- قیام پاکستان کے بعد استنبول پہلا شہر تھا جسے 1975ء میں لاہور کا ’’ساتھی شہر‘‘ قرار دیا گیا- پاکستان کا خواب دیکھنے والے اور پاکستان کے روحانی بابائے قوم حضرت علامہ محمد اقبال اپنی شاعری میں اعتراف کرتے ہیں کہ وہ مولانا جلال الدین رومی سے متاثر تھے- حضرت مولانا جلال الدین رومیؒ سے علامہ اقبالؒ کا اُنس بچپن ہی میں قائم ہو گیا تھا جب انہوں نے فارسی سیکھی اور بعد میں مولوی میر حسن سے تعلیم حاصل کی- ان کے والد کو روحانی (عارفانہ) لگاؤ تھا اور اکثر شیوخ اور صوفیاء ان کے گھر میں علم تصوف اور اولیاء اللہ کی تعلیمات پر محافل منعقد کرتے تھے- اسی لیے مولانا جلال الدین رومیؒ، حضرت علامہ قبالؒ کیلئے روحانی اور ادبی نقطہ نظر سے اجنبی نہیں تھے- علامہ اقبالؒ نے امت مسلمہ بالخصوص برصغیر کے مسلمانوں کو درپیش مسائل کے حل کیلئے مولانا جلال الدین رومیؒ کی تعلیمات سے استفادہ کیا- علامہ اقبالؒ نے امت مسلمہ کے مرض کی تشخیص کی اور ان کے حل کے طور پر مولانا جلال الدین رومیؒ کی تعلیمات کو پیش کیا اور ان کے فلسفہ سے مستفید ہوئے- ایک رباعی میں اقبالؒ کہتے ہیں:

چو رومی در حرم دادم اذان من
ازو آموختم اسرار جان من
به دور فتنۂ عصر کهن، او
به دور فتنۂ عصر روان من

مولانا رومیؒ کی طرح میں نے بھی حرم میں اذان دی اور لوگوں کو تقویٰ کی طرف بلایا انہی سے میں نے زندگی کے اسرار و رموز سیکھے- پرانے زمانے میں جب مصیبت آتی تھی تو وہ وہاں ہوتے تھے- موجودہ دور میں مشکلات سے نمٹنے کیلئے میں یہاں

ہوں-علامہ اقبال کا مقدمہ بھی عقل پر روح کی فوقیت کا مقدمہ ہے اور یہی فکرِ رومی بھی ہے-مولانا رومی نے اپنے زمانے میں فطری فلاسفہ کی عقلِ محض پر تنقید کی اور علامہ اقبال نے اپنے زمانے میں جدیدیت اور سائنٹزم کی مادیت پرستی پر تنقید کی اور باور کروایا کہ انسانی معاشرے کی بنیاد روحانی ہے-دونوں کی فکر واضح کرتی ہے کہ مسلم تہذیب میں قومیت کی بنیاد روحانی اصولوں پر ہے نہ کہ رنگ، نسل، جغرافیہ یا زبان پر-

معززمہمان

پروفیسر ڈاکٹر محمد سلیم مظہر

(وائس چانسلر سرگودھا یونیورسٹی)

حضرت مولانا جلال الدین رومیؒ کی زندگی میں عظیم روحانی انقلاب اس وقت آیا جب وہ اپنے مرشد شمس تبریزؒ سے آشنا ہوئے-اس سے قبل 40 برس کی زندگی میں وہ ایک مفتی، فقیہ اور ایک عالم کے طور پر نظر آتے ہیں-حضرت مولانا جلال الدین رومیؒ کی مثنوی ہو یا غزل، جہاں بھی سورج، روشنی، دن، چاند یا اس طرح کی کوئی ملتی جلتی چیز کا ذکر آیا ہو وہاں مولانا رومی مرشد شمس تبریز کا نام لیتے ہیں-یہی کیفیت ان کے معنوی شاگرد حضرت علامہ اقبالؒ کی ہے-علامہ اقبالؒ پر اقبالیات کا رنگ اس وقت چڑھا جب انہوں نے اپنا پی ایچ ڈی کا مقالہ "The development of meta physics in Persia" میونخ یونیورسٹی، جرمنی میں جمع کروایا اور اسی مقالہ پر پی ایچ ڈی کی ڈگری لی-

مولانا جلال الدین رومیؒ کا ایک قطعہ ہے کہ:

تا در طلب گوهر کانی کانی
تا در هوس لقمۂ نانی نانی
این نکتۂ رمز اگر بدانی دانی
هر چیزی که در جستن آنی آنی

اے انسان اگر تو کسی موتی کی جستجو میں ہے تو وہ موتی تو خود ہے-اگر تو روٹی کے نوالے کی جستجو میں لگا ہوا ہے تو تیری حیثیت بھی روٹی کے ایک نوالے سے بڑھ کر نہیں ہے-اگر تو حکمت اور دانائی کا یہ نکتہ جان لے تو سمجھ جائے گا-تو جس چیز کی تلاش میں لگا ہوا ہے یا جس چیز پر تیری توجہ ہے تو باطنی طور پر خود وہی چیز ہے-

معززمہمان

پروفیسر ڈاکٹر اصغر زیدی

(وائس چانسلر گورنمنٹ کالج یونیورسٹی لاہور)

مولانا رومیؒ اور علامہ اقبالؒ نہ صرف شاعر بلکہ مسلم فکر اور اسلامی تہذیب کے نمائندہ ہیں-پاکستان، ترکی اور عالم اسلام کے لیے ایسی عظیم ہستیوں کا ہونا انتہائی اعزاز اور فخر کی بات ہے-دونوں شخصیات نے ہنگامہ آرائی اور مشکلات کے دور میں زندگی بسر کی لیکن حیران کن طور پر انسانیت کو امید، یقین اور امن کا درس دیا-مولانا رومیؒ نے 13ویں صدی میں جو کچھ حاصل کیا علامہ اقبالؒ نے ان سے تحریک حاصل کرتے ہوئے 20ویں صدی میں حاصل کیا اور مولانا رومیؒ کو اپنا پیشوا بنایا-رومی کی تعلیمات انسان کی عظمت اور رفعت پر مبنی ہیں جبکہ دوسری طرف اقبالؒ کا تصورِ خودی رومیؒ کے فلسفہ سے متاثر ہے-علامہ اقبالؒ، مولانا رومیؒ کی طرح کائنات میں تبدیلی اور ارتقاء کے فلسفے کو خدا کی قدرت اور قانون تصور کرتے ہیں-اسلام کا اصل چہرہ وہی ہے جو فکری اور روحانی طور پر صوفیاء، مولانا رومیؒ اور علامہ اقبالؒ جیسے مفکر، فلسفی اور شاعروں کی رہنمائی سے مسلم معاشرے میں صدیوں سے موجود ہے-ہمیں اسلام کے سافٹ امیج کو اجاگر کرنے اور دنیا بھر میں تیزی سے پھیلائے جانے والے اسلاموفوبیا اور منفی پروپیگنڈے کا مقابلہ کرنے کی ضرورت ہے-اس پر فتن دور میں ہم اپنے نوجوانوں کو ان اقدار، روایات اور نظریات کے بارے میں سکھائیں جس کی بنیاد صوفیاء، مولانا رومیؒ اور علامہ اقبالؒ نے رکھی اور یہ ایک بہترین طریق زندگی ہے-پر امن اور ہم آہنگ معاشرے کی تشکیل کے لیے رومیؒ اور اقبالؒ کے افکار بہت اہم ہیں-یہ نظریات باہمی اور بین المذاہب ہم آہنگی کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں، انسانیت کو عظمت کا احساس فراہم کرتے ہیں، محبت پر مبنی انسانی رشتوں کے لیے بندھن فراہم کرتے ہیں اور انسانی مساوات کی بنیاد بھی فراہم کرتے ہیں-

معــزز مہــمان

پیر نورالحق قادری

(وفاقی وزیر، برائے وزارت مذہبی امور)

علامہ اقبال اور مولانا رومی کا تعلق مرشد معنوی اور روحانی استاد کا ہے- جیسا کہ اقبال اعتراف کرتے ہیں کہ:

پیرِ رومی خاک را اکسیر کرد
از غبارم جلوہ ہا تعمیر کرد

میں تو ایک غبار راہ تھا اور اس غبار راہ کو تعمیر کرنا رومی کا کمال تھا- جب یہ فکر ایک مقام پر پہنچتی ہے تو ایسا لگتا ہے کہ اس روحانی تعلق میں دونوں (اقبال اور رومی) کی نشست آمنے سامنے ہے، دونوں ایک دوسرے کے ساتھ گفت وشنید کر رہے ہیں اور دونوں کی تعلیمات کی بنیاد، معاشرے میں اعتدال اور میانہ روی کے رشتہ پر ہے- جب تک مولانا رومی کی تعلیمات کو مدارس میں پڑھایا جارہا تھا تب تک مدارس کا نظام درست تھا- زیادہ عرصہ نہیں گزرا بلکہ 1960ء کے اواخر اور 1970ء کے اوائل تک مولانا رومی اور سعدی دینی مدارس کے نصاب کا حصہ ہوا کرتے تھے- پھر ہم رومی اور سعدی دونوں کو بھول گئے- اقبال نے جو پاکستان کا خواب دیکھا تھا وہ مولانا رومی کے تصور، فکر اور انسانیت کے فلسفہ پر تھا- آج والا پاکستان اقبال والے پاکستان سے بالکل مختلف ہے- لیکن ہمیں امید کے دامن کے ساتھ اقبال کے پاکستان کی تعمیر کرنی ہے-

مہمان خصوصی

عزت مآب ڈاکٹر علی ارباش

وزیر مذہبی امور ترکی

علامہ محمد اقبالؒ اور مولانا جلال الدین رومیؒ نے اناطولیہ سے پاکستان تک کے لوگوں کے دلوں کو محبت کے موتیوں میں پرویا اور اپنے حکیمانہ افکار سے اتحاد، یکجہتی اور بھائی چارے کی آبیاری کی اور علم وحکمت سے ہماری راہوں کو روشن کیا- اقبال عصرِ حاضر کا رومی ہے- اقبال کہتے ہیں جب تک میرے جسم میں روح ہے میں قرآن مجید کا پیروکار ہوں میں آقا کریم (ﷺ) کے قدموں کی خاک ہوں- تصوف سستی، کاہلی اور رہبانیت نہیں ہے بلکہ کام اور مسلسل جدوجہد کا نام ہے، سخاوت کا نام ہے- اگر بندے اللہ کے اسیر نہ ہوں تو وہ سونے چاندی کے اسیر ہو جاتے ہیں- مولانا کے مطابق اپنے آپ کو اخلاقی طور پر بلند کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ بندہ خود کے عیب دیکھے اور اپنی اصلاح کی کوشش کرے- مزید یہ کہ اچھے اخلاق، دوسروں کی بھلائی کا سوچنا اور شکر ادا کرنے کی تعلیم دیتے رہنا چاہیے- مولانا اور اقبال کہتے ہیں کہ وقت کی مشکلات کی شکایت کرنا بند کرو جو شخص مشکلات سے نہیں گزرتا وہ مکمل انسان نہیں بنتا- کیا تم نہیں جانتے جب دریا کا پانی پتھر سے ٹکرائے تو میٹھا اور لذیذ ہو جاتا ہے- دونوں شخصیات نے اس مقصد کیلئے اپنی تخلیقات لکھیں، لوگوں کو حقیقت شناس بنایا اور کہا نیک اعمال کو انعام کی توقع کیے بغیر قبول کرو اور مسلمان وہ ہے جو اپنے لئے پسند کرے وہی دوسروں کے لئے پسند کرے-

تقریب کے اختتام پہ معزز مہمان کو مسلم انسٹیٹیوٹ کی یادگاری شیلڈ پیش کی گئی اور ساتھ دیوان آف جوناگڑھ سٹیٹ صاحبزادہ سلطان احمد علی صاحب نے علاقائی روایت کی نمائندہ دستار بھی معزز مہمان کو پہنائی-

☆☆☆

خصوصی لیکچر

قازقستان پاکستان تعلقات:

تعاون کے مواقع

رپورٹ: مسلم انسٹیٹیوٹ

مسلم انسٹیٹیوٹ اسلام آباد میں خصوصی لیکچر ”قازقستان پاکستان تعلقات: تعاون کے مواقع“ کا اہتمام کیا گیا- قازقستان کے سفیر عزت مآب یرزہان کستافن نے خصوصی لیکچر دیا- عزت مآب صاحبزادہ سلطان احمد علی (دیوان آف ریاست جوناگڑھ و چیئرمین مسلم انسٹیٹیوٹ) نے ابتدائی کلمات ادا کئے- تقریب میں زندگی کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے افراد نے شرکت کی- اسامہ بن اشرف ریسرچ ایسوسی ایٹ مسلم انسٹیٹیوٹ نے ماڈریٹر کے فرائض سر انجام دیئے-

معزز مقررین کے اظہار خیال کا خلاصہ درج ذیل ہے:

30 سال قبل 24 فروری 1992ء کو پاکستان اور قازقستان نے باقاعدہ سفارتی تعلقات قائم کرنے کے معاہدے پر دستخط کیے تھے- تب سے دونوں ریاستیں بتدریج باہمی تعاون کو فروغ دے رہی ہیں- دونوں ممالک کے رہنماؤں اور وزرائے خارجہ کے مابین مختلف فورمز اور تقریبات میں مستقل بنیادوں پر دوطرفہ تعلقات، علاقائی مسائل اور خطے کی سالمیت پر بات چیت ہوتی رہی ہے- دونوں ریاستوں کے درمیان دوطرفہ تعلقات انتہائی اہمیت کے حامل ہیں اس وقت دفاعی تعاون کو سب سے زیادہ فروغ ملا ہے- بدقسمتی سے دونوں ممالک کے درمیان معاشی تعاون پر بہت کم توجہ دی گئی ہے- گزشتہ سال دوطرفہ تجارت صرف 45 ملین ڈالر تھی- فروری 2020 میں اسلام آباد میں پاکستان قازقستان بین الحکومتی مشترکہ کمیشن کا نواں اجلاس منعقد ہوا جس میں تجارت، نقل و حمل اور توانائی پر تین ورکنگ گروپس بنانے پر اتفاق کیا گیا- نومبر 2020ء میں دونوں ریاستوں کے درمیان ٹرانسپورٹ اور تجارت کیلئے مشترکہ ورکنگ گروپ پر ایک آن لائن سیشن منعقد ہوا- دسمبر 2021ء میں وزیراعظم عمران خان نے قازقستان اور پاکستان کے درمیان براہ راست پروازوں کی منظوری دینے کا اعلان کیا ہے-

پاکستان اور قازقستان دو برادر اسلامی ممالک ہیں جن کی تاریخ، ثقافت، مذہب اور تہذیب مشترک ہے- دونوں ممالک باہمی احترام، تعاون، اقتصادی انضمام اور عالمی مسائل کے حوالے سے مشترکہ نکتہ نظر پر مبنی خوشگوار تعلقات کے حامل ہیں- دونوں ممالک کے درمیان متعدد معاملات میں مماثلت پائی جاتی ہیں جو خطے میں موجود سیاسی رقابتوں، معاشی پیچیدگیوں اور سماجی انتشار کے باوجود دوطرفہ تعاون کو مزید مضبوط بناسکتے ہیں-

وسطی ایشیائی خطہ ایک نئے رجحان کی جانب گامزن ہے جس کا مقصد وسیع تر علاقائی تعاون اور سماجی و اقتصادی انضمام کے ذریعے علاقائی روابط کو مزید بڑھانا ہے- اسی طرح، پاکستان نے اپنی توجہ جیواکنامکس کی طرف مبذول کرلی ہے جو دونوں ممالک کے درمیان اقتصادی تعاون کیلئے اپنی جغرافیائی اہمیت کو بروئے کار لانے کے لیے حوصلہ افزا ہے- قازقستان اپنے جغرافیائی محل وقوع اور وسیع قدرتی وسائل کی وجہ سے چین کے بیلٹ اینڈ روڈ پراجیکٹ کا اہم حصہ ہے- اسی طرح

سی پیک، بی-آر-آئی کا ایک فلیگ شپ منصوبہ ہے جس میں علاقائی اقتصادی انضمام کی بڑی استعداد ہے-

علاقائی اور بین الاقوامی سطح پر تجارت اور توانائی کو فروغ دینے کے لئے پاکستان زمینی راستہ اور رابطہ فراہم کر سکتا ہے- اس لیے نتیجہ خیز اقتصادی سفارتکاری وقت کی ضرورت ہے- اگرچہ دفاعی تعاون، تیل، گیس اور توانائی جیسے شعبوں میں تعاون کے وسیع امکانات موجود ہیں لیکن دونوں ممالک کے درمیان براہ راست جغرافیائی رابطوں کی کمی دوطرفہ اقتصادی اور تجارتی تعاون کو متاثر کرتی ہے- لہٰذا، جدید منصوبوں کے تعاون سے دونوں ممالک کے مابین رابطے بڑھانے پر توجہ مرکوز کرنی چاہیے- 2000 کی دہائی میں شاہراہ قراقرم کی تعمیر نے مغربی چین تک پاکستان کی رسائی کو بہت وسعت دی ہے- قراقرم ہائی وے کو مزید وسیع کیا جا سکتا ہے تاکہ علاقائی رابطوں کو بڑھایا جا سکے- دوسرا آپشن ریلوے لائن سسٹم کے ذریعے اسلام آباد اور آستانہ کے مابین رابطہ قائم کرنا ہے جو قازقستان، ترکمانستان، ایران اور پھر پاکستان، ایران، ترکی کے درمیان رابطے سے ممکن ہے- قازقستان کی سڑکوں، ریلوے اور بندرگاہوں کو جدید بنانے کیلئے اقتصادی پالیسی 'NURLY ZHOL' پاکستان کی پالیسیوں سے ملتی جلتی ہے جیسا کہ سی پیک، ایم-ایل ون کی اپ گریڈیشن- پاکستان، ایران، ترکی ریلوے روٹ نے اس منصوبے کی تکمیل کے امکانات کو مزید بڑھا دیا ہے- مضبوط سیاسی عزم اور نجی شعبوں کی شمولیت سماجی و اقتصادی انضمام اور وسیع تر علاقائی روابط کے مطلوبہ اہداف کیلئے فائدہ مند ثابت ہو سکتی ہے-

مزید برآں دونوں ریاستیں افغانستان میں امن و استحکام لانے کیلئے مل کر کام کر سکتی ہیں- افغانستان کی سیکیورٹی اور امن عامہ کی صورت حال جغرافیائی رابطوں اور اقتصادی انضمام کی راہ میں بڑی رکاوٹوں میں سے ایک رکاوٹ ثابت ہوئی ہے- امریکہ کے انخلاء کے بعد افغانستان میں استحکام باقی خطے کے لیے گیم چینجر ثابت ہو سکتا ہے- دونوں ممالک افغانستان میں پیدا ہونے والے انسانی بحران کو روکنے کیلئے تعاون اور ہم آہنگی کے ساتھ کام کر سکتے ہیں- اس مقصد کیلئے دونوں ممالک شنگھائی تعاون تنظیم، اسلامی تعاون تنظیم اور اقوام متحدہ جیسے علاقائی اور بین الاقوامی پلیٹ فارمز کو استعمال کر سکتے ہیں- دونوں ممالک انسدادِ دراندازی، انسدادِ دہشتگردی، فوجی تربیت، مشترکہ فوجی مشقوں وغیرہ کے میدان میں دوطرفہ تعاون کو بڑھانے کیلئے مل کر کام کر سکتے ہیں- اس کے علاوہ، دونوں ممالک میں سماجی اور عوامی روابط کو فروغ دینے کی ضرورت ہے اور ادب پر کام کرنے پر تعاون بڑھایا جا سکتا ہے-

صوفی ادب کا تبادلہ انتہا پسندی، رنگ و نسل پرستی اور قوم پرستی کا مقابلہ کرنے میں معاون ثابت ہو سکتا ہے کیونکہ صوفی ادب محبت، امن، ہم آہنگی اور پرامن بقائے باہمی جیسے نظریات اور بہترین طرز عمل کو جنم دیتا ہے- اس مقصد کیلئے سیاحت کے ذرائع سے استفادہ کیا جا سکتا ہے- یونیورسٹیوں، تنظیموں، فنکاروں، تحقیقی مراکز اور ذرائع ابلاغ کے شعبہ جات کے درمیان تبادلوں سے تعلیم، تحقیق، سائنس، ثقافت، آرٹ، سیاحت اور کھیل کے شعبوں میں تعاون کو فروغ دیا جا سکتا ہے- دسمبر میں، قائداعظم یونیورسٹی اور قازق ٹیکنیکل یونیورسٹی کے درمیان ایک مفاہمت نامے پر دستخط ہوئے جو کہ دونوں ممالک کے مابین تعلیمی میدان میں تعاون کے اضافے کا ثبوت ہے-

پاکستان اور قازقستان کے درمیان رابطوں اور تبادلہ خیال کی کمی کی وجہ سے مشترکہ ورکنگ گروپس میں مختلف

چیلنجز کا سامنا ہے- دونوں ممالک کے درمیان عوامی سطح پر دوطرفہ تعلقات کو فروغ دینے کی ضرورت ہے- یہ وقت ہے کہ دونوں ممالک ثقافت، تاریخ اور مذہب میں دوطرفہ تعلقات کو بحال کریں- اپنی تاریخ، ثقافت اور اپنے خطے کی موجودہ صورت حال پر معلومات کے تبادلے کے ذریعے تعلقات کو بہتر بنانے کی ضرورت ہے- اس مقصد کیلئے دونوں ممالک کی وزارت اطلاعات اپنا کردار ادا کر سکتی ہیں- کاروباری تعلقات کیلئے پاکستان میں پانچ روزہ نمائش کا منصوبہ بنایا گیا ہے جس کیلئے 100 سے زائد کمپنیوں کو اس تقریب میں شرکت کی دعوت دی گئی ہے- ستمبر 2022ء میں قازقستان کے صدر پاکستان کا دورہ کریں گے جس سے مشترکہ تعاون اور سرگرمیوں میں مزید بہتری آئے گی- 'OBOR' منصوبے کے ذریعے چین کی طرح پاکستان بھی یوریشین یا وسطی ایشیائی مارکیٹ اور یورپی منڈیوں تک پہنچ سکتا ہے- ہم 'OBOR' کے ذریعے 40 سے 45 دنوں میں یورپی منڈیوں تک پہنچ سکتے ہیں- ضرورت اس امر کی ہے کہ تمام شعبوں میں پاک قازق دوطرفہ تعاون کو مزید مضبوط اور تیز کیا جائے-

وقفہ سوال وجواب

سوال: کیا پاکستان اور قازقستان کے درمیان شعبہ تعلیم میں طلباء کے تبادلے کا کوئی پروگرام ہے؟

جواب: تعلیم میں تعاون کے حوالے سے قازق وزیر تعلیم نے طلباء کے تبادلے کے پروگرام کے لیے 2003ء میں ایک مفاہمت نامے پر دستخط کیے تھے- تاہم، تقریباً 1000 طلباء کی موجودہ تعداد کو بڑھاکر نوجوان نسل کے درمیان روابط بڑھانے کی ضرورت ہے- یقیناً اس سال میں طلبہ کی تعداد میں اضافہ ہو گا- ضرورت اس امر کی ہے کہ نہ صرف یونیورسٹیوں کے درمیان بلکہ دونوں ممالک کے نوجوانوں کی تنظیموں کے درمیان بھی روابط پیدا کیے جائیں-

سوال: مشرق وسطیٰ کی ریاستوں کی طرح وسطی ایشیائی ریاستیں اپنے قدرتی وسائل کی وجہ سے بڑی طاقتوں کی سیاست کیلئے ایک اور ہاٹ سپاٹ ہیں- وسطی ایشیائی ممالک میں بغاوت کے آغاز کے بعد کیا یہ خطے میں نئی عرب اسپرنگ کی طرز کے "سنٹرل ایشئن اسپرنگ" کا آغاز ہے؟

جواب: وسطی ایشیائی خطے میں مختلف سطح پر اقتصادی ترقی اور سیاسی اصلاحات کی ضرورت ہے- قازقستان میں، سال 2022ء کا آغاز ایک پُرامن احتجاج میں ایک انتہائی المناک واقعہ کے ساتھ ہوا، جس کا آغاز قازقستان کے مغربی حصے میں ہوا- یہ احتجاج اندرونی اور بیرونی طاقتوں کی مدد سے ملک کو عدم استحکام سے دوچار کرنے کی کوشش میں تبدیل کر دیا گیا- قازقستان وسطی ایشیا میں سب سے بڑی معیشتوں میں سے ایک ہے- 19 ملین آبادی والے ملک میں سماجی انصاف کا حصول ممکن بنایا جاسکتا ہے- لہٰذا، یہ وسطی ایشیامیں عرب اسپرنگ کے برعکس ہے-

سوال: دونوں ریاستوں کے تعلقات میں توانائی کے شعبے میں تعاون پر روشنی ڈالیں؟

جواب: پاکستان میں توانائی کی طلب بڑھ رہی ہے- اگر افغانستان مستحکم ہو جاتا ہے تو بہت سی چیزیں مکمل ہو سکتی ہیں، جن میں پائپ لائنیں بنانا اور قازقستان کو پاکستان سے جوڑنا شامل ہے، جس میں 'تاپی' ایک بڑا اور مقبول ترین منصوبہ ہے-

☆☆☆

قائداعظم

فکر اور اثر

رپورٹ: مسلم انسٹیٹیوٹ

مسلم انسٹیٹیوٹ کے زیر اہتمام 24 دسمبر بروز جمعہ فلیٹیز ہوٹل، لاہور میں ”قائد اعظمؒ - فکر اور اثر“ کے موضوع پر ایک سیمینار کا انعقاد کیا گیا- راجہ یاسر ہمایوں سرفراز (صوبائی وزیر برائے اعلیٰ تعلیم و انفارمیشن ٹیکنالوجی) اس موقع پر مہمان خصوصی تھے- صاحبزادہ سلطان احمد علی (دیوان آف جوناگڑھ اسٹیٹ وچیئرمین مسلم انسٹیٹیوٹ) نے سیشن کی صدارت کی- معزز مقررین میں ڈاکٹر ہمایوں احسان (پرنسپل پاکستان لاء کالج، لاہور) اور میجر جنرل ریٹائرڈ زاہد مبشر شیخ شامل تھے - آصف تنویر اعوان ایڈوکیٹ (ریسرچ ایسوسی ایٹ مسلم انسٹیٹیوٹ) نے ماڈریٹر کے امور سرانجام دیئے- سیمینار میں سفراء، علماء، یونیورسٹیوں کے پروفیسرز، طلباء، وکلاء، صحافیوں، سیاسی رہنماؤں، سماجی کارکنوں اور زندگی کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے افراد نے شرکت کی-

مقررین کی طرف سے اظہار خیال کا مختصر خلاصہ درج ذیل ہے:

قائداعظمؒ نے اپنے کیریئر کا آغاز 1900ء میں کیا جب ان کی عمر صرف 24 سال تھی- وہ ممبئی میں عارضی پریزیڈنسی مجسٹریٹ تھے- ڈاکٹر رئیس احمد اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ 6 ماہ میں قائداعظم نے 76 ایسے کیس لڑے جو بعد میں قانونی حوالوں کے طور پر استعمال ہوتے ہیں- اس وقت مسٹر چارلس نے 1500 ماہانہ تنخواہ پر قائد اعظم کو مستقل پریزیڈنسی مجسٹریٹ کی پیشکش کی لیکن قائداعظم نے یہ کہہ کر پیشکش ٹھکرا دی کہ میں روزانہ 1500 کمانے کے قابل ہوں- بعد میں تاریخ نے ثابت کیا کہ قائداعظم اب تک کے سب سے مہنگے وکیل تھے-

قیام پاکستان کے بعد قائداعظم محمد علی جناح کے معالج ڈاکٹر الٰہی بخش نے دریافت کیا کہ قائداعظم ٹی بی میں مبتلا ہیں کیا ان کو اپنی بیماری کا علم ہے؟ قائداعظم نے جواب دیا کہ وہ اس کے بارے میں 12 سال سے جانتے ہیں- یہ بیماری میرے اور ڈاکٹر رتن جی پٹیل کے درمیان ایک راز تھی- اگر یہ راز میرے سیاسی مخالفین کے علم میں آجاتا تو پاکستان کا قیام ممکن نہ ہوتا- یہ قائداعظم کا وژن اور عزم ہی تھا جس نے انہیں یہ احساس دلایا کہ ہندوستانی مسلمانوں کی صرف ایک آزاد اور خود مختار ریاست میں ہی بقا ہے- اقبال نے اپنی 1930ء کی تقریر میں پاکستان کا وژن دیا تھا جس میں انہوں نے کہا تھا کہ ہندوستان کے مسلمانوں کو ایک آزاد ریاست کی ضرورت ہے جہاں وہ اسلام کے قوانین کے مطابق زندگی گزار سکیں- یہ ایک واضح وژن اور عزم تھا کہ ہمیں کسی بیرونی مداخلت کے بغیر ایک آزاد ریاست کی ضرورت ہے قائد اعظم نے نہ صرف مسلمانوں کو بالکل تمام اقوام کو حریت اور خود مختاری کا نظریہ دیا-

اسٹینلے وولپرٹ جنہوں نے قائد اعظم محمد علی جناح پر کتاب لکھی وہ قائداعظم کے بارے میں کہتے ہیں کہ:

> *"Few individuals significantly alter the course of history. Fewer still modify the map of the world. Hardly anyone can be credited with creating a nation-state. Mohammad Ali Jinnah did all three".*

یہ ایک انگریز مصنف کا قائد اعظم کیلئے کتنا بڑا خراج تحسین ہے- پاکستان کا معرض وجود میں آنا ایک معجزہ تھا اسی طرح قائد اعظم جیسے عظیم لیڈر کا ہمارے درمیان میں ہونا بھی کسی معجزے سے کم نہیں تھا- آئینی سیاست کا سب سے بڑا قد آور شخص جس پر کبھی جھوٹ خیانت اور وعدہ خلافی کا الزام تک عائد نہ ہوا- جس کی دردمندی، دلیری اور فراست کی کہانیاں تاابد کہی جاتی رہیں گی-

قائد اعظم سچ کے علمبردار تھے جھوٹ کا ان پر کوئی الزام نہیں ہے، کبھی گاندھی یا نہرو نے یہ نہیں کہا کہ قائد اعظم جھوٹ بولتے ہیں جبکہ وہ اپنے بیانات کو بدلتے رہے اور متعدد بار اپنے بیان سے انحراف کیا- قائد اعظم نے اپنے کردار سے مخالفین کو متاثر کیا، وہ ایک وکیل تھے اور آج ایک وکیل کیلئے رول ماڈل ہیں، وہ ایک سیاستدان تھے اور آج سیاستدانوں کیلئے رول ماڈل ہیں- وہ ایک عظیم لیڈر اور ایک عظیم انسان کے ساتھ ساتھ ایک عظیم مسلمان تھے جن کے بارے میں مولانا شبیر عثمانی نے کہا کہ برصغیر کا سب سے بڑا مسلمان محمد علی جناح ہیں- قائد اعظم کا دین سے لگاؤ، حضور نبی کریم (ﷺ) سے محبت مثالی تھی-

دنیا آج ہندوستان میں بسنے والے مسلمانوں کی حالت دیکھے وہاں لنچنگ (قانونی اختیار کے بغیر کسی کو قتل کرنا) ہو رہی ہے، وہاں مسلمانوں پر ظلم ستم کیے جا رہے ہیں، کوئی نوجوان گائے کا ایک پاؤ گوشت لے کر جاتا ہے تو قتل کر دیا جاتا ہے وہاں مسلمانوں کے ساتھ اس طرح کی بدسلوکی اور ناانصافیاں ہو رہی ہیں؛ اقبال کے پیش کردہ دو قومی نظریے نے قیام پاکستان سے قبل ہی ان حالات کی نشاندہی کر دی تھی اور یہ وہ قائد کی سوچ تھی جس نے مسلمانوں کے لئے ایک محفوظ اور خود مختیار ریاست کا انتخاب کیا- آج پاکستانی اگر تعلیم یافتہ ہیں، آزاد ہیں، ان کے حقوق کا تحفظ ہے اور عزت و وقار ہے تو یہ سب پاکستان کا فیضان ہے- جو لوگ یہ کہتے تھے کہ ایک مملکت ہو اور دو قومی نظرے کا بائیکاٹ کیا تھا آج بھارتی پالیسوں اور ہندتوا سوچ نے اس کو واضع کر دیا کہ ہندوستان کے مسلمانوں کی بقادو قومی نظریہ ہے- بھارت میں رہنے والے مسلمانوں کے ساتھ جو سلوک کیا جا رہا ہے عنقریب ان میں یہ احساس پیدا ہو گا جس کے نیتجے میں ایک اور پاکستان بنے گا- قائد اعظم محمد علی جناح نے کہا تھا کہ پاکستان سے انکار کرنے والوں کو ایک دن یہ ثابت کرنا پڑے گا کہ ہم ہندوستانی ہیں-

پاکستان اُمت مسلمہ کے لیے قائد اعظم کا ویژن ہے- جناح نے مختلف مکاتب فکر سے تعلق رکھنے والے مختلف لوگوں کو دیکھا جیسے تاجر، جنگجو، ہیرو، علماء اور بہت سے دوسرے ہندوستان آئے اور ہندوستانی تہذیب کو مضبوط کیا اور ایک وسیع تر نظریہ رکھنے والے شخص نے ہندوستان کا مستقبل دیکھا اور ہندوستان کے حالات کی سب سے زیادہ بصیرت رکھنے والا شخص محمد علی جناح ہے- دوسری طرف بعض مذہبی علماء نے اس تقسیم کو قبول نہیں کیا اور بعض اشرافیہ کے گروہوں نے بھی پاکستان کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا- یہ وہ مسائل تھے جن کا قائد اعظم نے سامنا کیا اور ایک جہد مسلسل اپنائے رکھا جس کے نتیجہ میں یہ مملکت خداد حاصل ہوئی- قائد اعظم کے سامنے سب سے خوبصورت مثال عرب تہذیب تھی جب حضور نبی کریم (ﷺ) اس سرزمین پر تشریف لائے تو ظلم وستم کا بازار گرم تھا- آپ کے آنے سے سرزمین عرب پر انصاف وعدل کا ایک منظم نظام قائم ہوا جو آج تک پوری دنیا کیلئے مشعل راہ ہے- قائد اعظم محمد علی جناح کا وژن سچائی، محنت اور اخلاقیات تھیں یہ صفات حضور نبی کریم (ﷺ) کی سیرت سے ملتی ہیں-

پاکستان کے آج کے لوگوں نے اپنی آنے والی نسلوں کے لیے جو چیزیں چھوڑنی ہیں ان میں سے ایک امید ہے- ہماری تاریخ میں صلح حدیبیہ جیسی بہت سی مثالیں موجود ہیں، صلح حدیبیہ کے موقع پر جب مسلمان مایوسی کا شکار ہوئے تو اس وقت فتح المبین کی قرآنی آیات کا نزول ہوا ہے جس نے مسلمانوں کے اندر کامیابی کی امید پیدا کر دی- اسی طرح جب سلطنت عثمانیہ ٹوٹ گئی اور عالم اسلام کے بیشتر ممالک شکست

وربخت کا شکار تھے اس وقت علامہ اقبال نے "طلوع اسلام" نظم لکھی اور مسلمانوں میں امید کی فضا قائم کی۔

کتابِ ملّتِ بیضا کی پھر شیرازہ بندی ہے
یہ شاخِ ہاشمی کرنے کو ہے پھر برگ و بر پیدا
اگر عثمانیوں پر کوہِ غم ٹوٹا تو کیا غم ہے
کہ خُونِ صد ہزار انجم سے ہوتی ہے سحَر پیدا
جہاں بانی سے ہے دُشوار تر کارِ جہاں بینی
جگر خُوں ہو تو چشمِ دل میں ہوتی ہے نظر پیدا

ہم جس تاریخ کے اندر سانس لیتے ہیں اگر ہم اپنے آپ کو اُس تاریخ سے منقطع کر دیں تو ہم کچھ نہیں۔ اس قوم کی 1400 برس پہ مشتمل تاریخ جناحؒ جیسے عظیم لوگوں سے بھری پڑی ہے اور اس قوم کے آنے والے 1400 برس بھی کبھی جناحؒ جیسے عظیم لوگوں سے محروم نہیں ہوں گے کیونکہ یہ ہمارا یقین ہے جو ہمیں زندہ رکھتا ہے۔ پاکستانی قوم کو قائد اعظم، علامہ اقبال، سر سید احمد علی خان، اورنگ زیب عالمگیر اور بلبن کو منانا چاہیے اور داتا علی ہجویری، محی الدین اجمیری اور سلطان باھُو کو منانا چاہیے۔ اگر پاکستانی ان ہستیوں کو بھول گئے تو پاکستان کے تصور سے منقطع ہو جائیں گے۔ پاکستانی قوم کو زیب النساء، نور جہاں اور ان جیسی دیگر شخصیات اور سکالرز کو بھی اجاگر کرنے کی ضرورت ہے جو اس علاقے کا ادبی ورثہ ہیں۔ پاکستانی فاطمہ جناح کو کبھی نہیں بھول سکتے جنہوں نے ثابت کیا کہ جو لوگ حضرت زینب (رضی اللہ عنہا) کی پیروی کرتے ہیں وہ اپنے لیڈر کو تنہا نہیں چھوڑتے۔

پاکستانی قوم کو اپنی مکمل سیاسی اور ثقافتی تاریخ کو ایک منظم انداز میں سامنے لانے کی ضرورت ہے۔ جان والبرج نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ ہندوستانی مسلمانوں نے منطق کی ثقافت کو اس وقت زندہ کیا جب یہ علم دنیا میں خاتمے کے قریب تھا۔ پاکستانی قوم کو اپنے نظریے سے مایوس ہونے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ قائداعظم کے نظریے پر اپنے آپ کو گامزن کر کے سخت محنت کے کلچر کو فروغ دینے کی ضرورت ہے۔

وقفہ سوال و جواب

دو قومی نظریہ پر اس طرح عمل درآمد نہ ہو سکا جس طرح قائد اعظم چاہتے تھے اور ایک ہی وقت میں 10 کروڑ مسلم آبادی کو قائل کرنا انسانی طور پر ممکن نہیں تھا۔ اگر ہم اس نظریہ کی مقبولیت کو جاننا چاہیں تو صرف ایک سطر کا جواب ہے کہ قیام پاکستان کے وقت بھارت سے پاکستان کی طرف ہجرت دنیا کی سب سے بڑی ہجرت تھی۔ دوسری بات یہ ہے کہ دو قومی نظریہ کا نفاذ کامیاب ہے اور اب اس کا مستقبل ہم پر منحصر ہے کہ ہم اسے کس طرح سے نمٹاتے ہیں۔ ہر چیز کے وقت کے مطابق اس کے نفاذ کے مختلف طریقے ہوتے ہیں۔

اب ہماری نسل بہت جدت پسند اور ترقی پسند ذہن کی ہے، حالات بدلنے والے ہیں۔ ہم نے ففتھ جنریشن وار کے چیلنجز کا سامنا کیا ہے لیکن ہم مستحکم ہیں۔

☆☆☆

پاکستان میں جوناگڑھ کمیونٹی کا سیاسی وسماجی اور معاشی کردار

ندا کنول
(بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی، ملتان)

زیرِ نظر مضمون میں تقسیمِ ہند سے لے کر آج تک پاکستان میں جوناگڑھ کمیونٹی کے کردار کی وضاحت کی گئی ہے-

ریاستِ جوناگڑھ کی تاریخ:

جوناگڑھ ریاست برطانوی ہندوستان کی 562 شاہی ریاستوں میں سے ایک تھی جسے برطانوی ہندوستان نے بالواسطہ طور پر کنٹرول کیا ہوا تھا اور یہ ریاست کاٹھیاواڑ جزیرہ نما کے جنوب مغرب میں واقع تھی- اس کا رقبہ 3337 مربع میل اور 700000 آبادی تھی- آبادی کے لحاظ سے، ریاست میں 80 فیصد ہندو آبادی اور تقریباً 20 فیصد مسلم آبادی تھی- جوناگڑھ ریاست کاٹھیاواڑ کی اولین ریاست تھی اور جوناگڑھ کے ارد گرد کی (Peripheral) ریاستیں اسے ٹیکس ادا کرتی تھیں-[1]

آدم جی، دادا بھوئے، داؤد گروپ جیسے مشہور کاروباری گروہ جوناگڑھ برادری سے تعلق رکھتے ہیں- جوناگڑھ کے لوگ بانیٔ پاکستان قائداعظم محمد علی جناح کا بہت زیادہ احترام کرتے ہیں جس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ بانیٔ پاکستان قائداعظم محمد علی جناح کے آباؤاجداد کا تعلق بھی گجرات کاٹھیاواڑ سے تھا- دراصل نسب، زبان اور مذہب کی وجہ سے جوناگڑھ کمیونٹی اور قائداعظم محمد علی جناح کے درمیان گہری وابستگی تھی اور یہ اُس کردار کا آغاز تھا جو جوناگڑھ کمیونٹی نے پاکستان کی تاریخ میں ادا کیا- قائداعظم کے قائم کردہ مسلم پریس فنڈز اور مسلم لیگ فنڈز میں میمن کمیونٹی نے دل کھول کر حصہ ڈالا- 1940ء میں قائداعظم نے فنڈز کے لیے چندہ اکٹھا کرنے کیلئے خود گجرات کاٹھیاواڑ کے ہر کنارے اور مناوادر، راجکوٹ، کٹیانہ، پوربندر، راناواو، بانٹوا، جیٹ پور اور وانتھلی کا دورہ کیا اور اشتہار دیا- کمیونٹی نے انہیں عطیات پیش کیے- یہ قائداعظمؒ کی گجرات سے ذاتی وابستگی اور علاقے کی اہمیت کو ظاہر کرتا ہے-

20 ویں صدی کی پہلی تین دہائیوں میں جوناگڑھ کمیونٹی قائداعظم محمد علی جناح کے شانہ بشانہ کھڑی رہی تاکہ وہ برطانوی حکومت کے خلاف ان کے اقدامات کی حمایت کریں- 1937ء کے انتخابات میں مسلم لیگ کی شکست کے بعد یہ میمن کمیونٹی ہی تھی جس نے اُن کی مالی، اخلاقی اور عملی طور پر مدد کی- مسلم لیگ کا تنظیمی ڈھانچہ بھی جوناگڑھ کمیونٹی کی مدد سے تشکیل دیا گیا- زیادہ تر مسلم لیگ کے کنونشن اور کانفرنسز کمیونٹی کی طرف سے منعقد کی جاتی تھیں اور فنڈنگ کی جاتی تھی-

پاکستان میں جوناگڑھ کمیونٹی کا سیاسی کردار:

جوناگڑھ سے مسلمانوں نے بڑی تعداد میں پاکستان ہجرت کی جس میں مختلف برادریوں کے لوگ شامل تھے- ان لوگوں میں مسلم آبادی کی اکثریت تجارتی برادری سے تعلق رکھتی تھی جسے میمن کہا جاتا ہے- لیون اور تھاپلاوالا کے مطابق میمن 14 ویں اور 15 ویں صدی کے درمیان معروف ہوئے- جب سندھ کے ٹھٹھہ سے 700 لوہانہ ہندو خاندانوں کے ایک گروپ نے 1422 یا 1350 میں اس وقت کے

[1] Hodson, H. V. (1969). The great divide: Britain, India, Pakistan. London: Hutchinson.

صوفی سید یوسف الدین کی کوششوں سے اسلام قبول کیا جسے پیر یوسف سندھی بھی کہا جاتا ہے اور یہ حضرت غوث الاعظم شیخ عبد القادر جیلانیؒ کے خلیفہ تھے- پیر یوسف سندھی نے انہیں "مومن" کا نام دیا جو مقامی لسانی لہجہ کی وجہ سے وقت کے ساتھ ساتھ "میمن" میں بدل گیا- میمن بنیادی طور پر اپنی دو نمایاں خصوصیات کی وجہ سے مشہور تھے- پہلی اپنے مذہبی تقویٰ اور عقیدت جو موجودہ وقت کے میمن میں بھی دیکھی جاسکتی ہے اور دوسری تجارت اور کاروبار میں میمن کمیونٹی کی خوبیاں جو پوری ذات کی منفرد خصوصیت ہے-[2]

انتظامی کردار:

تقسیم کے ابتدائی دور میں جوناگڑھ کمیونٹی نے پاکستان کی انتظامیہ میں اہم کردار ادا کیا- جوناگڑھ برادری کے لوگ بڑی تعداد میں کراچی میں آباد ہوئے جنہوں نے نہ صرف اپنے لوگوں کو بلکہ دیگر صوبوں کے لوگوں کو سہولت فراہم کرنے میں اہم کردار ادا کیا- وہ بحری جہازوں کے ذریعے کراچی پہنچنے میں لوگوں کی مدد اور انہیں راستے میں پناہ اور خوراک مہیا کر رہے تھے-[3] مزید برآں! پاکستان میں جوناگڑھ کمیونٹی سے کچھ لوگوں نے ایک اوکھائی میمن جماعت تشکیل دی جو ہجرت کرنے والوں کیلئے رہائش کا انتظام کرتی تھی- نومبر 1947ء میں جب ہزاروں تارکینِ وطن کراچی کے ساحل پر پہنچے تو کراچی انتظامیہ ان کے تحفظ اور بقا کیلئے فنڈز کا انتظام کرنے کے لیے پریشان تھی- انتظامیہ نے مہاجرین کیلئے چندہ اکٹھا کرنے کی غرض سے میمن کمیونٹی کی ایک میٹنگ کا اہتمام کیا جس کے نتیجے میں ایک میمن ریلیف کمیٹی بنائی گئی جس کا انتظامی ادارہ کاٹھیاواڑ کے میمن سے تعلق رکھنے والی سیاسی و سماجی شخصیات سے منتخب کیا گیا- کمیٹی نے اپنی خدمات کا آغاز کھوکھراپار، سندھ اور راجھستان کی حدود میں واقع بنجر ریلوے اسٹیشن پر آنے والے لوگوں کو پناہ اور خوراک فراہم کر کے کیا- اس کمیٹی نے مہاجرین کو کراچی لانے کیلئے ایک ٹرین شروع کی اور ان کی سہولت کے لیے کیمپس قائم کیے- میمن کمیونٹی نے ایک رضاکار کور بھی بنایا جو کیمپوں میں رہنے والے تارکین وطن کی بنیادی ضروریات کا انتظام کرتا تھا-[4] کمیٹی نے پہلے سال میں 150000 روپے خرچ کیے جو بعد میں بڑھ کر 600000 روپے ہو گئے- اس کمیٹی نے 1955ء تک اپنی خدمات جاری رکھیں اور تقریباً 2 سے 2.5 ملین تارکین وطن کو فائدہ پہنچایا-[5]

سیاسی کردار:

نومبر 1960ء میں نواب ریاستِ جوناگڑھ نواب مہابت خانجی کا انتقال ہوا تو نواب دلاور خانجی نے جوناگڑھ کے شاہی خاندان کے سربراہ کی حیثیت سے کام کیا- 1961ء میں صدر پاکستان ایوب خان نے انہیں پاکستان کی جانب سے ریاست کے نواب کے طور پر تسلیم کیا- نواب دلاور خانجی نے پاکستان کی سیاست اور جوناگڑھ کے مسئلے میں نمایاں کردار ادا کیا- وہ 1976ء سے 1979ء تک سندھ کے گورنر رہے- انہوں نے جوناگڑھ کے مسئلے کو قومی سطح پر اجاگر کرنے کے لیے جوناگڑھ اسٹیٹ مسلم فاؤنڈیشن کی بنیاد رکھی- پاک فوج کے ایک مشہور جنرل اے- او مہتا کا تعلق میمن کمیونٹی سے تھا- اسپیشل سروسز گروپ آف پاکستان کی تخلیق کے پیچھے ان کا بنیادی کردار تھا- 1969ء میں انہیں پولیس اصلاحات کے لیے نیشنل پولیس کمیشن کا چیئرمین مقرر کیا گیا- اشرف ڈبلیو تابانی ایک مشہور

---

[2]Memon World. (2021). A brief history of Memons Retrieved on 25 August 2021
[3]Dawn. (August 2, 2009). The forgotten hero
[4]Dr A.Q.Khan. (Pakistanlink, 2004). Pakistan 's Memon Benefactors
[5]Dawn. (November 7, 2008). Mahmoud Haroon passes away

میمن بزنس مین تھے جو 1981ء سے 1984ء تک گورنر سندھ اور صوبائی وزیر خزانہ صنعت و ڈیکسیشن رہے- محمود ہارون پاکستان کے ایک تجربہ کار سیاستدان تھے جن کا تعلق میمن برادری سے تھا- انہوں نے وفاقی وزیر داخلہ، گورنر سندھ، وفاقی وزیر دفاع، کراچی کے میئر اور ڈان میڈیا گروپ کے چیئرمین کی حیثیت سے خدمات سر انجام دیں- وہ خلیج ٹائمز اخبار کے بانی بھی تھے- علاوہ ازیں یوسف ہارون پاکستان کی سیاست میں ایک نمایاں میمن شخصیت تھے- وہ مسلم لیگ کے رکن اور قائد اعظم کے قریبی معاون تھے- انہوں نے سندھ کے وزیر اعلیٰ اور مغربی پاکستان کے گورنر کے طور پر خدمات انجام دیں- مزید نثار میمن سینیٹ آف پاکستان اور ان کی بیٹی ماروی میمن نے پاکستان کی قومی اسمبلی کی رکن کی حیثیت سے خدمات انجام دیں- سیاسی سطح پر الحاق کے بعد وہ پاکستان کے ساتھ اپنی سیاسی وابستگی کے ساتھ کھڑے رہے اور بھارتی حکام کے دباؤ کے باوجود کبھی اپنا فیصلہ تبدیل نہیں کیا-[6]

جوناگڑھ کمیونٹی کا معاشی کردار:

تخلیقِ پاکستان کے وقت مہاجرین کی بستیاں اور مالی مشکلات سمیت کئی بڑے چیلنجز تھے- میمن کمیونٹی نے مشرقی اور مغربی پاکستان میں تجارتی فرمیں جبکہ کراچی اور ملک کے دیگر حصوں میں صنعتی یونٹ قائم کیے- 1954ء میں کراچی اسٹاک ایکسچینج میں سرمایہ کاری 48.3 فیصد میمن اور 17.7 فیصد دیگر گجراتی برادریوں کی تھی- اس وقت 22 کاروباری خاندان تھے جن میں سے 7 کا تعلق میمن کمیونٹی سے تھا- 1971ء تک پاکستان کے مختلف شعبوں میں میمنز کی سرمایہ کاری میں بینکنگ اینڈ انشورنس 13 فیصد، وولن ٹیکسٹائل 72 فیصد، کاٹن ٹیکسٹائل 26 فیصد، مصنوعی ٹیکسٹائل 50 فیصد، پیپر انڈسٹری 29 فیصد، جیوٹ انڈسٹری 33 فیصد، سیمنٹ اور کیمیکلز 45 فیصد، سبزیوں کا تیل 18 فیصد رہا- مزید میمنز نے اُسی سال اپنے مختلف کاروباری ذرائع سے 961 ملین روپے بطور ٹیکس ادا کیے جو اس وقت کل ٹیکس وصولی کا 27 فیصد تھا- معاشی طور پر جوناگڑھ کمیونٹی نے نہ صرف تقسیم کے وقت حمایت کی بلکہ پاکستان کی صنعتی ترقی کے ذریعے نمایاں آمدنی بھی فراہم کی-[7]

آدم جی گروپ:

آدم جی گروپ برصغیر پاک و ہند کے قدیم ترین کاروباری گروپس میں سے ایک ہے جس نے مالی بحران کے وقت پاکستان کو بھاری رقوم فراہم کیں- قائد اعظم نے ان کے بارے میں کہا تھا کہ "اگر ہمارے پاس سر آدم جی جیسے درجن آدمی ہوتے تو پاکستان پہلے ہی حاصل کر لیا جاتا"-[8]

داؤد گروپ:

داؤد گروپ نے کاٹھیاواڑ سے پاکستان ہجرت کی- اس گروپ نے مشرقی پاکستان میں کارنافولی میں پیپر مل حاصل کی جس نے 1971ء تک ملک کی اخباری ضروریات پوری کیں-[9]

رنگون والا گروپ:

محمد علی رنگون والا پاکستان کی تحریک آزادی میں شامل تھے- وہ پاکستان میں صنعت کے قیام میں بہت دلچسپی رکھتے تھے وہ پاکستان کے معروف مالیاتی اداروں کے بانی اور چیئرمین تھے جس میں کراچی چیمبر آف کامرس اینڈ انڈسٹری، پاکستان چیمبر آف کامرس اینڈ انڈسٹری شامل ہیں- اس کے علاوہ محمد علی رنگون والا کا شمار اسٹیٹ بینک آف پاکستان کے ڈائریکٹر اور کراچی اسٹاک ایکسچینج کے بانیوں میں ہوتا ہے-[10]

---

[6]Khaleej Times. (November 8,2008). Founder Editor of KT Passes Away

[7]Lewis, S. R., & Organisation for Economic Co-operation and Development. (1970). Pakistan: Industrialization and trade policies. London: Published for the Development Centre of the Organisation for Economic Co-operation and Development by Oxford University Press.

[8]Adamjee Group of Companies. (2021). Retrieved 25 August 2021, from http://www.adamjees.com/AdamjeeJinnah.html

[9]Parekh, Sattar. (2003). Enterprising Philanthropists, Karachi: Ahmed Abdullah Foundation, (N.D.)

[10]Levin, S. (1974). The Upper Bourgeoisie from the Muslim Commercial Community of Memons in Pakistan, 1947 to 1971. Asian Survey, 14(3), 231-243. doi:10.2307/2643012

ایم ایچ دادا بھوئے گروپ:

عبد الغنی دادا بھوئے جو قائد اعظم کے بلانے پر پاکستان ہجرت کر آئے اور 1946ء میں اپنا خاندانی کاروبار قائم کیا- اس گروپ نے بھی پاکستان بننے سے پہلے اور بعد میں مسلم لیگ اور حکومت پاکستان کی بہت زیادہ مدد کی-[11]

باوانی گروپ:

باوانی گروپ کی بنیاد سیٹھ احمد ابراہیم باوانی نے رکھی اس گروپ نے بھی پاکستان بننے سے پہلے اور بعد میں مسلم لیگ اور حکومت پاکستان کی بہت زیادہ مدد کی-[12]

اے کے ڈی گروپ:

اے کے ڈی گروپ کی بنیاد عبد الکریم ڈھیدی نے رکھی- اس گروپ نے بھی پاکستان بننے سے پہلے اور بعد میں مسلم لیگ اور حکومت پاکستان کی بہت زیادہ مدد کی-[13]

اے آر وائی گروپ:

اے آر وائی گروپ کی بنیاد عبد الرزاق یعقوب نے 1972ء میں رکھی- یہ گروپ 1960ء سے پاکستان کی ترقی میں اپنا کردار ادا کر رہا ہے-

پردیسی گروپ:

پردیسی گروپ بھی جوناگڑھی میمن کمیونٹی کا ایک نامور گروپ ہے جن کے کاروباری مراسم دنیا بھر میں پھیلے ہوئے ہیں- حاجی رفیق پردیسی، نجیب امین پردیسی اور سجاد پردیسی اس گروپ کے سرکردہ ناموں میں سے ہیں- مدینہ منورہ اور بغداد شریف میں اس گروپ کے زیرِ اہتمام اب بھی ہر سال وسیع لنگر چلائے جاتے ہیں-

پاکستان میں جوناگڑھ کمیونٹی کا سماجی کردار:

سماجی طور پر جوناگڑھ کے لوگوں نے پاکستانی معاشرے کے تمام سماجی شعبوں جیسے تعلیم، فن اور فن تعمیر، ادب، تعلیم، صحت اور میڈیا میں خدمات انجام دیں-

تعلیم:

جوناگڑھ کمیونٹی نے پاکستان کے لوگوں کی تعلیم میں مثالی کردار ادا کیا- یہ عمل ایم اے رنگون والا نے شروع کیا تھا جنہیں کمیونٹی میں "فادر آف ایجوکیشن" کہا جاتا ہے- ان میں میمن ایجوکیشنل بورڈ، پاکستان میمن ویمن ایجوکیشنل سوسائٹی، جیٹ پور اور کٹیانا میمن ایسوسی ایشن شامل ہیں یہ ادارے اب بھی پاکستان کے مختلف علاقوں میں تعلیم اور تحقیق کے فروغ کے لیے کام کر رہے ہیں-[14]

فن اور فنِ تعمیر:

میمن کمیونٹی میں آرٹ کے سفر کا ذوق اور اندازہ اردو کے مشہور شاعر ولی دکنی سے لگایا جا سکتا ہے جو گجرات کی میمن کمیونٹی سے تعلق رکھتے تھے- محمد عمر میمن اسلامی، فارسی، عربی اور اردو ادب میں ایک مشہور پاکستانی نام ہے- انہوں نے بہت سی کتابوں کا انگریزی اور عربی سے اردو اور اردو سے انگریزی میں ترجمہ کیا- اردو افسانوں پر ان کی تخلیقات نے بہت سے اردو ادیبوں کو دنیا کے دوسرے حصوں میں متعارف کرایا-

1987ء میں رنگون والا ٹرسٹ نے آصف رنگون والا کی سربراہی میں وی ایم آرٹ گیلری بنائی تا کہ پاکستان میں فنون لطیفہ اور فن کی تعلیم کو فروغ دیا جا سکے- 2004ء میں داؤد فاؤنڈیشن نے مریم داؤد سکول آف ویژول آرٹس تعمیر کیا تا کہ علم کی دیگر شاخوں کے ساتھ آرٹس کی تعلیم کو فروغ دیا جا سکے- فن

[11]M h dadabhoy (2021). About Us. Retrieved 25 August 2021.
[12]Buwanyair (2021). Tribute to Our Chairman Retrieved 25 August 2021, from https://bawanyair.com/?page_id=15
[13]AKD Securities. (2021). Retrieved 25 August 2021.
[14]The Dawood Foundation. (2021). Mariam Dawood School of Visual Arts. Retrieved 26 August 2021, from https://www.dawoodfoundation.org/mariam-dawood-school-of-visual-arts/

تعمیر کے حوالے سے یہ کمیونٹی مساجد کی تعمیر کے لیے مشہور ہے۔

صحت:

صحت کے شعبے میں جوناگڑھ کمیونٹی نے پاکستان کیلئے غیر معمولی سرگرمیاں کی ہیں۔ کمیونٹی نے بالخصوص صحت کی دیکھ بھال کے لیے بہت سے ہیلتھ کیئر ادارے بنائے ہیں جیسا کہ سیلانی ہسپتال، بانٹوا خدمت کمیٹی ہسپتال اور میمن جنرل ہسپتال وغیرہ۔ ان میں سے کچھ کو میڈیکل ریسرچ انسٹی ٹیوٹس تک بڑھادیا گیاہے۔

سماجی بہبود:

جوناگڑھ کمیونٹی پاکستان میں سماجی فلاح بہبود کے کاموں کیلئے مشہور ہے۔ پاکستان میں اس کمیونٹی کے زیرِ اہتمام بہت سی چھوٹی اور بڑی سماجی فلاح وبہبود کی تنظیمیں اور ٹرسٹ ہیں۔

ایدھی فاؤنڈیشن:

ایدھی فاؤنڈیشن کی بنیاد عبدالستار ایدھی نے رکھی جو کہ جوناگڑھ ریاست کے بانٹوا مناوادر سے تعلق رکھتے تھے۔ یہ پاکستان کی سب سے بڑی فلاحی تنظیم رہی ہے۔ 1997ء میں ایدھی فاؤنڈیشن نے گینز بک ریکارڈ قائم کرکے سب سے بڑی رضاکار ایمبولینس تنظیم بنائی۔[15]

سیلانی ویلفیئر ٹرسٹ:

سیلانی ویلفیئر ٹرسٹ کی بنیاد ایک مشہور پاکستانی مذہبی اور روحانی سکالر مولانا بشیر فاروق قادری نے 1999ء میں رکھی تھی۔ ٹرسٹ اپنے تقریباً100 مراکز کے ذریعے روزانہ 30000سے زائد لوگوں کو کھانا فراہم کررہاہے۔

عزیز تابا فاؤنڈیشن:

عزیز تابا فاؤنڈیشن 1987ء میں دل اور گردوں کے امراض کے علاج اور سہولت کے لیے قائم کی گئی۔ اس نے اپنی خدمات کا دائرہ صحت سے لے کر تعلیم اور سماجی بہبود تک بڑھایا۔[16]

داؤد فاؤنڈیشن:

داؤد فاؤنڈیشن کی بنیاد داؤد گروپ کے بانی احمد داؤد نے 1960ء میں رکھی یہ بنیادی طور پر پاکستان میں تعلیم کے فروغ اور معاونت کیلئے تعلیمی منصوبوں پر کام کر رہا تھا۔[17]

بانٹوا میمن جماعت:

بانٹوا میمن جماعت سماجی بہبود کا ادارہ ہے جو 2 جون 1950ء کو قائم کیا گیا۔ یہ پاکستان میں میمن برادری کے مہاجرین کی مدد اور سہولت کیلئے بنایا گیا جو زندگی کے ہر شعبے میں کمیونٹی کے لوگوں کی مدد کر رہا ہے۔

جوناگڑھ کمیونٹی کا مذہبی کردار:

یوں تو جوناگڑھ علم و عرفان کیلئے ایک زرخیز خطہ رہا ہے جہاں ہزاروں نامور علماء اور سینکڑوں برگزیدہ اولیاء اللہ پیدا ہوئے جن کی ایک طویل فہرست مؤرخین نے لکھی ہے۔ شخصیات کی قد آوری انسان کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیتی ہے مثلاً اہلحدیث مکتبِ فکر کے پہلے مترجم قرآن مولانا محمد جوناگڑھی کا تعلق بھی جوناگڑھ سے تھا۔ سنی تحریک کے بانی مولانا سلیم قادری شہید کا تعلق بھی جوناگڑھ سے تھا۔ بین الاقوامی مذہبی تنظیم دعوت اسلامی کے بانی حضرت مولانا الیاس قادری صاحب کا تعلق اسی میمن کمیونٹی سے ہے۔ ان کے آباؤ اجداد کا تعلق کٹیانہ جوناگڑھ سے تھا۔ وہ تقسیم کے بعد کراچی چلے گئے۔ اس کے علاوہ انجمن طلباء اسلام اور نظام

[15]Tribune. (August 14, 2010). Minarets defining a city's heritage
[16]Dawn. (July 22, 2014b). Quantum jump in donations to charities
[17]The Dawood Foundation. (2021). Mariam Dawood School of Visual Arts. Retrieved 26 August 2021, from https://www.dawoodfoundation.org/mariam-dawood-school-of-visual-arts/

مصطفیٰ پارٹی کے بانی سربراہ حاجی حنیف طیب صاحب کا تعلق بھی اسی جوناگڑھی میمن کمیونٹی ہے۔ اس کے علاوہ مشہور نعت خوان صدیق اسماعیل کا تعلق بھی جوناگڑھ کمیونٹی سے ہے۔[18]

کھیل / سپورٹس:

سپورٹس کی بات کی جائے تو محمد خاندان (حنیف محمد، رئیس محمد، وزیر محمد، مشتاق محمد اور صادق محمد) کا تعلق جوناگڑھ سے تھا۔ انہیں پاکستانی کرکٹ کے علمبردار سمجھا جاتا ہے۔ حنیف محمد پاکستان کے لیجنڈری کرکٹر تھے۔ ای ایس پی این کرکٹ کی معلومات نے انہیں "اوریجنل لٹل ماسٹر" کہا۔ معروف پاکستانی ٹیسٹ کرکٹر جاوید میانداد کا تعلق بھی جوناگڑھ سے ہے۔ 2015ء میں اے آر وائی ڈیجیٹل نیٹ ورک کے سی ای او سلمان اقبال نے کراچی کنگز کی فرنچائز خرید کر پاکستان سپر لیگ کی حمایت کی جو اب بھی ان کی ملکیت میں ہے۔ اے کے ڈی گروپ کے چیئرمین عقیل کریم ڈھیدی نے 2016ء میں فرنچائز کی سرپرستی کی۔[19]

خلاصہ بحث:

جوناگڑھ کمیونٹی کے تاریخی حقائق اور موجودہ کردار سے عیاں ہے کہ جوناگڑھ اور پاکستان کے لوگوں کے درمیان کس قدر گہرے تعلقات ہیں جن کا عملی اظہار تاریخ میں دیکھا جا سکتا ہے جس کی سب سے بڑی مثال جوناگڑھ کے لوگوں کا پاکستان میں شمولیت کا فیصلہ تھا۔ جوناگڑھ کے پاکستان کے ساتھ الحاق کے فیصلے کے پس منظر میں بہت سے محرکات اور پہلو (جیسے نظریاتی وابستگی، مشترکہ مذہبی، سماجی وثقافتی اقدار) شامل تھے۔ مزید یہ کہ جوناگڑھ کے لوگ نواب سر محمد مہابت خانجی کی قیادت سے بہت زیادہ متاثر اور متحد تھے اس لیے انہوں نے نواب مہابت خانجی کی قیادت پر اعتماد کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ آپ جس ملک سے الحاق کرنا بہتر سمجھیں ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ نواب مہابت خانجی نے پاکستان میں شمولیت اختیار کی اور پاکستان سے محبت اور وابستگی کے لیے اپنا تمام سامان اور جائیداد تک قربان کر دی۔

جب جوناگڑھ کمیونٹی نے پاکستان ہجرت کی تو اس وقت پاکستان کو بہت سی مشکلات کا سامنا تھا جیسے معاشی وسائل کی کمی اور انتظامی انفراسٹرکچر وغیرہ۔ جوناگڑھ کے لوگوں نے پاکستان کی انتظامیہ کے ساتھ باہمی تعاون کیا اور پاکستان کی معاشی مشکلات کو ختم کرنے کیلئے مالی وسائل بھی پیش کیے۔ اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ جوناگڑھ کمیونٹی نے پاکستان سے وابستگی کا نہ صرف دعویٰ کیا بلکہ اپنے عملی کردار سے اسے ثابت بھی کیا۔

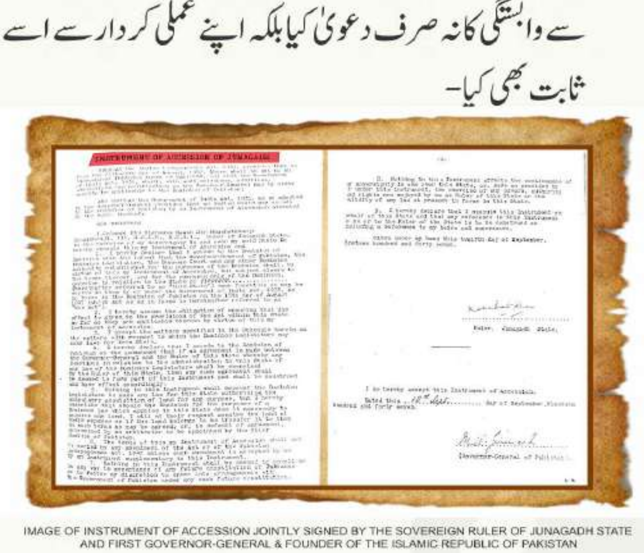

IMAGE OF INSTRUMENT OF ACCESSION JOINTLY SIGNED BY THE SOVEREIGN RULER OF JUNAGADH STATE AND FIRST GOVERNOR-GENERAL & FOUNDER OF THE ISLAMIC REPUBLIC OF PAKISTAN

الغرض! جوناگڑھ کمیونٹی نے بہت سے شعبہ جات میں پاکستان کیلئے خدمات سر انجام دیں ہیں اور پاکستان میں جوناگڑھ کمیونٹی کا کردار متاثر کن ہے۔ آج ہمیں جوناگڑھ کمیونٹی اور نواب آف جوناگڑھ کے ساتھ تعلقات مضبوط کرنے کی اشد ضرورت ہے کیونکہ اگر نواب آف جوناگڑھ مضبوط ہے تو جوناگڑھ کا کیس مضبوط ہے اور اگر نواب کمزور ہے تو جوناگڑھ کا کیس کمزور ہو گا۔ لہذا! حکومتِ پاکستان کو نہ صرف جوناگڑھ کمیونٹی کے لوگوں کی شکایات دور کرنی چاہئیں بلکہ قومی و بین الاقوامی سطح پر نواب آف جوناگڑھ کو ریاستِ جوناگڑھ کا مقدمہ لڑنے کیلئے بھرپور تعاون بھی فراہم کرنا چاہیے۔

☆☆☆

[18]Muhammad Qasim. (2019). Introduction to Dawateislami. Medium Retrieved on 25 August.
[19]The News. (May 24, 2020). Cricketing Dynasties: The twenty-two families of Pakistan Test cricket
Espncricinfo. (August 11, 2016). The original 'Little Master', Pakistan's Hanif Mohammad dies aged 81.

میٹاورس

ندیم اقبال

میٹاورس (Metaverse) دو الفاظ کا مجموعہ ہے میٹا (Meta) اور ورس (Verse) لفظ "میٹا" جو کہ یونانی لفظ کا اصل ہے جس کا مطلب ہے "پرے (Beyond)" جبکہ "ورس" کائنات سے اخذ کیا گیا ہے- اگر ہم میٹاورس کی آسان تعریف کریں تو ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ موجودہ دنیا میں رہتے ہوئے ایک نئی دنیا میں گم ہو جانا جس کا اُس شخص کو احساس تک بھی نہ ہو-

میٹاورس کیا ہے؟

میٹاورس حال ہی میں گفتگو کا ایک اہم موضوع ہے حالانکہ یہ تصور تقریباً تین دہائیوں سے موجود ہے- جس میں فیس بک (جس کو حال ہی میں اوفیشلی طور پر میٹا (Meta) کا نام دیا گیا ہے) اور مائیکروسوفٹ دونوں دعویدار ہیں- میٹاورس تعلیم، کام اور سماجی سیاق و سباق میں مشغول ہونے کی اجازت دے گا- لیکن حقیقت میں میٹاورس ہے کیا؟ اور ہمیں کس حد تک یقین کرنا چاہیے کہ یہ وژن جو ہمارے سامنے پیش کیا جارہا ہے وہ واقعی ہماری روزمرہ زندگیوں میں مرکزی حیثیت رکھتا ہے؟ یہ خیال کوئی نیا نہیں ہے سائنس فکشن کے مصنف نیل سٹیفنسن (Neal Stephenson) نے اپنے 1992 کے سائبر پنک ناول "سنو کریش"[1] (Snow Crash) میں "میٹاورس" کی اصطلاح بتائی جس میں ایک 3D ورچوئل دنیا پیش کی گئی جہاں ایک ایسا آئیکن یا تصویر پیش ہو گا جو ایک خاص شخص کی نمائندگی کرے گا جیسا کہ ویڈیو گیمز یا انٹرنیٹ فورمز وغیرہ میں ہوتا ہے جو مصنوعی طور پر (Intelligence Agents) سے بات چیت کرے گا- کتاب میں، میٹاورس کو انٹرنیٹ کے حتمی ارتقاء کے طور پر پیش کیا گیا یعنی ایک قسم کی ورچوئل رئیلٹی جہاں حقیقی دنیا کا براہ راست اثر ورچوئل دنیا پر ہو سکے گا- کتاب میں کافی حد تک خلاصہ کیا گیا ہے کہ میٹاورس کیا ہے- یہ جسمانی طور پر ایک مستقل مجازی جگہ ہے جہاں ورچوئل اوتار (ایک ایسا آئیکن یا تصویر جو ایک خاص شخص کی نمائندگی کرے گا)، ڈیجیٹل سماجی انٹریکشن اور بہت سی انوکھی چیزوں کے درمیان گیمنگ ہیں جنہیں ہم میٹاورس کے ساتھ منسلک کرتے ہیں- "سنو کریش" اس بات کی بھی نشاندہی کرتا ہے کہ کہانی میں میٹاورس کس طرح مرکزی کردار کی حقیقی دنیا میں ہونے والی پیشرفت کو متاثر کرتا ہے، یہ اُن لوگوں کو جن کے دماغ مجازی دنیا سے جڑے ہوئے ہیں، پاگل بنا دیتے ہیں-

موجودگی کا احساس: (The Feeling of Presence)

میٹاورس کی مدد سے وہ کام کیے جاسکتے ہیں جو ذہنی طور پر سوچ سکتے ہیں فیملی اور فرینڈز کو آمنے سامنے دیکھ سکیں گے، کام کر سکیں گے، سیکھ سکیں گے، کھیل سکیں گے، چیزیں خرید سکیں گے، کوئی نئی چیز بالکل ابتدا سے بنا سکیں گے اگر دیکھا جائے تو آج کل دور بیٹھے بہت سے چیزوں تک پہنچ رکھتے ہیں جیسا کہ پاکستان میں بیٹھے آسٹریلیا کے سرور تک رسائی حاصل کرنا- ریسرچرز کا یہ ماننا ہے کہ میٹاورس میں جدت موبائل انٹرنیٹ کی بدولت ممکن ہے- میٹاورس کا واضح معیار موجودگی کا احساس ہے جیسے اُن لوگوں کے درمیان بیٹھے بات کر رہے ہیں اور میٹنگ کا حصہ بھی ہیں- یہ میٹاورس کی بہت اہم کوالٹی میں شامل ہے کہ خود کو تمام لوگوں کے درمیان موجود پائے بدیگر دوسرے شخص کے ساتھ حقیقی معنوں میں موجودگی کا احساس ہی سماجی ٹیکنالوجی کا حتمی خواب ہے- دوسرے ممالک میں بیٹھے اپنے پیاروں سے بات کرنے کیلئے چھوٹی سکرین (موبائل، سیل فون) کی ضرورت نہیں- جب میٹاورس ٹیکنالوجی سے دوستوں کے ساتھ گیمز کھیلیں گے تو خود کو اُس گیم کا حصہ سمجھیں گے نہ صرف ایک کمپیوٹر سکرین دیکھ رہیں ہونگے- سکرین؛ یوزر کو گیمز، سپورٹس اور میٹنگز میں موجودگی کا احساس نہیں دلاتی جبکہ میٹاورس یہ سب کر سکے گا- جو لوگ زیادہ تر اپنا ٹائم سکرین کے سامنے گزارتے ہیں یہ اُن کیلئے بہت بہترین ڈیوائس ہے- تاہم ماہرین کی یہ بات قابل ذکر ہے کہ میٹاورس کو مرکزی دھارے میں

[1]https://www.nothuman.net/images/files/discussion/4/04ca4ae88a63721aa7144430117ab4ca.pdf

آتے تقریباً 10 سال لگ سکتے ہیں- مستقبل کے کسی بھی بڑے وژن کے ساتھ جو ابھی تک موجود نہیں ہے اس کے بارے میں سوچنے کیلئے، یہ ایک مختصر وقت ہے- اگر یہ آئیڈیا آپ کیلئے نیا ہے، تو اس سے کچھ خصوصیات کو سمجھنے میں مدد مل سکتی ہے جن کی آپ میٹاورس سے توقع کر سکتے ہیں-

ایک مجازی دنیا:(A Virtual World)

یہ میٹاورس کی سب سے اہم خصوصیت ہے- اسے کمپیوٹر، گیمنگ کنسول، موبائل یا دیگر ڈیوائس سے استعمال کرتے ہوئے، 3D گرافکس اور آواز کا تجربہ ایک ساتھ کر سکیں گے- خیال رہے کہ روزمرہ مصروفیت کی نسبت میٹاورس میں موجودگی زیادہ دلچسپ اور ضروری ہوگی- میٹاورس کے ذریعے گول میز کانفرنس، بات چیت یا میٹنگ کریں گے تو ایسا محسوس ہوگا کہ میٹنگ روم میں بیٹھ کر باقی لوگوں کے ساتھ فیس ٹو فیس میٹنگ کر رہے ہیں- جیسے کسی شخص سے بات کرتے ہوئے اُس شخص کے چہرے کے تاثرات یا آئی کنٹکٹ، باڈی اور ہاتھوں کی موومنٹ بھی واضح دکھائی دیتی ہے- جس سے، باڈی لینگوئج حتیٰ کہ آپ کے ہاتھ میں جو کچھ ہوگا وہ بھی دیکھ پائیں گے-

اوتار:(Avatars)

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ میٹاورس میں نمائندگی کیسے کی جا سکے گی؟ وہاں بہت سے لوگوں کی نمائندگی اوتار (ایک ایسا آئیکن یا تصویر) جو ایک عام پروفائل تصویر کو 3D امیج میں تبدیل کرے گا جس سے میٹاورس استعمال کرنے والے کے Gesture اور Posture دکھائے گا جو کہ انٹرنیٹ کے بدولت ممکن ہو سکتے ہیں- یہ یوزر (User) پر انحصار کرتا ہے کہ وہ اپنا اوتار کیسے دکھانا چاہتا ہے وہ کوئی سپائڈر مین (Spiderman)، خیالی تصویر یا پھر اپنی اصل تصویر پبلک کر سکتا ہے جو مختلف ایپس کی مدد سے جو میٹاورس کو سپورٹ کرتے ہوں، ان میں سے کچھ اوتار بوٹس، ورچوئل ایجنٹس اور مصنوعی ذہانت کے مظہر ہو سکتے ہیں جو دوسرے لوگوں کے ساتھ ورکنگ یا پڑھائی بھی کر سکیں گے- کیونکہ، مثال کے طور پر، آپ یہ دکھانے کے لیے نگاہیں استعمال کر سکتے ہیں کہ آپ کس سے مخاطب ہیں (آپ کا اوتار کسی دوسرے شخص کو دیکھنے کے لیے اپنا سر موڑ سکے گا)- آپ کا اوتار چل سکے گا اور بات چیت شروع کرنے کے لیے کسی اور کے اوتار کے ساتھ بیٹھ بھی سکے گا-

میٹاورس میں رازداری اور حفاظت کو پہلے دن سے ہی اہمیت دی گئی ہے- جس میں یہ یوزر کو اجازت ہوگی کہ وہ اپنی مرضی کے مطابق کسی یوزر کو ایڈ اور بلاک کر سکے گا- اس میں یہ سہولت بھی دی جائے گی کہ یوزر حقیقی دنیا سے میٹاورس میں اپنی خواہش کے مطابق ماحول (Environment) ڈیزائن کر سکیں گے اور یہاں تک کہ دنیا بھر کا میڈیا (تصاویر، آڈیو، ویڈیو، گیمز، آرٹ، میوزک، تھکس) جہاں تک ہم نام دے سکتے ہیں وہ تمام اس میں شامل کیے جا سکیں گے-

ورچوئل رئیلیٹی ڈیوائسز:(VR Devices)

میٹاورس پلیٹ فارم / ورچوئل دنیا میں شامل ہونے کیلئے کوئی بھی VR ڈیوائس کی ضرورت ہوگی جیسا کہ *"Augmented Reality, HoloLens, Google glass, Virtual Reality"*[2] ان کی مدد سے میٹاورس میں شامل ہو سکیں گے- اُس وقت تک ورچوئل دنیا میں غرق رہیں گے جب تک کسی ایسی چیز سے ٹکرا نہ جائیں جیسے کافی ٹیبل- یہ ایک نیا اور قدرت کے قریب ترین راستہ ہے ڈیوائسز کے ساتھ بات چیت کرنے کا اور حتی کہ آپ کے ذہن میں جو چیزیں چل رہی ہونگی اُس پر بھی عمل ہوتا دکھائی دے گا-

28 اکتوبر 2021ء کو، فیس بک کے بانی نے اعلان کیا کہ اس نے خود کو MetaPlatforms، یا مختصر کے لیے Meta کے نام سے دوبارہ برانڈ کیا ہے- ایک ایسا نام جسے اس نے احتیاط سے اس بات کا فائدہ اٹھانے کے لیے استعمال کیا ہے کہ انسانی رابطے اور شاید، خود زندگی کا ناگزیر مستقبل کیا ہو گا-

☆☆☆

[2]https://www.mirrat.com/article/11/287

معراجِ مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

مفتی محمد اسماعیل خان نیازی

سبق ملا ہے یہ معراجِ مصطفیٰؐ سے مجھے
کہ عالمِ بشریت کی زد میں ہے گردوں

معجزہ "عَجِزَ،یَعْجِزُ ،عَجْزاً"[1](کسی امر سے عاجز آجانا) کے معنٰی میں ہے اور اصطلاح میں (وہ خارقِ عادت بات جس کو اللہ عزوجل کسی نبی (علیہ السلام) کے ہاتھ پہ ظاہر فرمائے اور دوسرے وہ کام نہ کر سکیں)[2]۔

لفظِ معراج "عروج" سے نکلا ہے اور معراج کے لغوی معنی ایک ایسا ذریعہ ہے جس کے ذریعے انسان بلندی پر چڑھتا ہے اور اس حوالے سے سیڑھی کو "معراج" بھی کہتے ہیں۔اصطلاح میں اس سے مراد حضور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا وہ سفر ہے جو بحکم تعالیٰ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے مکہ سے مسجد اقصیٰ اور پھر وہاں سے آسمانوں کی سیر کی اور وہاں تک پہنچے جہاں تک اللہ نے چاہا اس کے علاوہ جنت و دوزخ کا مشاہدہ بھی شامل ہے۔

معراجِ مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سیدی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے معجزات میں سے ایک عظیم معجزہ ہے۔ جمہور اقوال کے مطابق رجب کی ستائیسویں شب کو اللہ عزوجل نے اپنے محبوب کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو معراج کا شرف عطا فرمایا۔اگرچہ اس واقعہ کے حتمی تعیّن کے بارے میں کئی روایات موجود ہیں لیکن علامہ غلام رسول سعیدیؒ اپنی تحقیق مُلا علی قاری (رحمۃ اللہ علیہ) کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"بہ کثرت علماء و مُحدثین نے یہ کہا ہے کہ معراج کا واقعہ ہجرت سے ایک سال قبل پیش آیا"۔[3]

اس عظیم واقعہ کا ذکر اللہ عزوجل نے اپنے پاک کلام میں یوں فرمایا:

"سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ لَیۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اِلَی الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَا الَّذِیۡ بٰرَکۡنَا حَوۡلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنۡ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّہٗ ہُوَ السَّمِیۡعُ الۡبَصِیۡرُ"

"وہ ذات (ہر نقص اور کمزوری سے) پاک ہے جو رات کے تھوڑے سے حصہ میں اپنے (محبوب اور مقرّب) بندے کو مسجدِ حرام سے (اس) مسجدِ اقصیٰ تک لے گئی جس کے گرد و نواح کو ہم نے بابرکت بنا دیا ہے تاکہ ہم اس (بندۂ کامل) کو اپنی نشانیاں دکھائیں، بے شک وہی خوب سننے والا خوب دیکھنے والا ہے"۔[4]

سمجھنے کے لیے اس مبارک سفر کو بنیادی طور پر تین حصوں میں منقسم کرکے اس کے مطالعہ کی کوشش کرتے ہیں۔

حصہ اول

مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک کا سفر

اس مبارک سفر کا آغاز کہاں سے ہوا؟

اس کے بارے میں بھی کئی روایات منقول ہیں اگر ان کو اکٹھا کرکے اس کا نتیجہ نکالا جائے تو وہ سب درست معلوم ہوتی ہیں۔یہاں اختصار کی خاطر "تفسیر ابن کثیر" سے ایک روایت نقل کرتے ہیں کہ:

حضرت ابوسعید خدری (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) نے عرض کیا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! ہمیں واقعہ معراج کے متعلق آگاہ فرمایئے، تو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اس آیت "سُبۡحَانَ الَّذِی أَسۡرَی بِعَبۡدِہٖ ---" کی تلاوت فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: اس دوران میں رات کے وقت

---

[1]ابن منظور، محمد بن مکرم بن علی، لسان العرب، (الناشر: دار صادر بیروت 1414ھ)، ج:5، ص:369

[2]المنجد

[3]سعیدی، غلام رسولؒ، سید، شرح صحیح مسلم، (لاہور: فرید بک سٹال، 1424ھ، الطبع العاشر)، کتاب الایمان، ج01، ص:714

[4]بنی اسرائیل:01

مسجد حرام میں سو رہا تھا کہ ایک آنے والا میرے پاس آیا اور اس نے مجھے بیدار کیا"۔[5]

مستند روایات کی روشنی میں؛ اللہ کے حکم سے حضرت جبرائیل (علیہ السلام) بُراق لے کر حضور نبی آخر الزماں (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا رب آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے ملاقات چاہتا ہے- چنانچہ سوئے عرش کے سفر کی تیاریاں ہونے لگیں- معراج کے مبارک سفر کیلئے آقا کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی بارگاہِ اقدس میں براق حاضر کیا گیا- آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مکہ سے مسجد اقصیٰ تشریف لے گئے اور وہاں تمام انبیاء کرام (علیہم السلام) آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے استقبال کیلئے پہلے سے تشریف فرما تھے- آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اُن کو شرفِ امامت بخشا، اس مبارک سفر کے احوال کو حضور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اپنی زبان گوہر فشاں سے یوں بیان فرمایا جیسا کہ سنن نسائی میں حضرت انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) کا بیان ہے:

"رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: میرے پاس ایک جانور لایا گیا، جو گدھے سے بڑا اور خچر سے چھوٹا تھا، جہاں تک نگاہ پڑتی تھی وہاں اس کا قدم پڑتا تھا- مَیں اس پر سوار ہوا اور میرے ہمراہ جبرائیل (علیہ السلام) تھے، چنانچہ میں رات کے وقت چلا، جبرائیل (علیہ السلام) نے عرض کی: (یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اتریں اور نماز ادا فرمائیں، مَیں نے ایسا ہی کیا، جبرائیل (علیہ السلام) نے عرض کی، کیا آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جانتے ہیں کہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے نماز کس جگہ ادا فرمائی ہے؟ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے مدینہ طیبہ میں نماز ادا فرمائی ہے اور یہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی ہجرت گاہ ہے- پھر عرض کی، (یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اتریں اور نماز ادا فرمائیں، چنانچہ میں نے نماز پڑھی، جبرائیل (علیہ السلام) نے عرض کی: کیا آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جانتے ہیں کہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے نماز کس جگہ ادا فرمائی ہے؟ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے طورِ سیناء پر نماز پڑھی ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ (علیہ السلام) سے کلام فرمایا، جبرائیل (علیہ السلام) نے پھر عرض کی، (یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اتریں اور نماز ادا فرمائیں- پس مَیں نے نماز ادا کی، جبرائیل (علیہ السلام) نے عرض کی، کیا آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جانتے ہیں، کہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے نماز کس جگہ ادا فرمائی ہے؟ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے بیت لحم میں نماز ادا کی ہے- جہاں سیدنا عیسیٰ (علیہ السلام) پیدا ہوئے تھے پھر میں بیت المقدس میں داخل ہوا، وہاں تمام انبیاء (علیہم السلام) اکٹھے کیے گئے، جبرائیل (علیہ السلام) نے مجھے آگے جانے کی درخواست کی حتّٰی کے میں نے تمام انبیاء (علیہم السلام) کی امامت کروائی (یعنی تمام انبیاء (علیہم السلام) کا امام بنا)، پھر مجھے پہلے آسمان پر لے جایا گیا"۔[6]

مزید صحیح مسلم شریف میں حضرت انس (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ارشاد فرمایا:

"مَرَرْتُ عَلٰى مُوْسٰى لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِيْ عِنْدَ الْكَثِيْبِ الْأَحْمَرِ وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّيْ فِيْ قَبْرِهٖ"

"جس رات مجھے معراج کرائی گئی میرا حضرت موسیٰ (علیہ السلام) پر کثیب احمر کے پاس گزر ہوا اس وقت وہ اپنی قبر میں کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے"۔[7]

دعوتِ فکر:

ان مذکورہ روایات مبارکہ میں غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ جس جگہ پر اللہ کا بندہ پیدا ہو، یا چند گھڑیاں بیٹھ جائے، ان مقاماتِ مقدسہ پہ عبادات و نوافل کی ادائیگی اللہ عزوجل کی رضا کا ذریعہ اور سرورِ کائنات (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی سُنت مبارک ہے- اِن جگہوں پر نمازِ نفل کا ادا کیا جانا اِن مقامات کی بزرگی اور شرف پر دلالت کرتا ہے- یہی وجہ ہے کہ اہلِ ایمان نے پوری دنیا میں ایسی جگہوں کو محفوظ کر رکھا ہے-

دوسری بات یہ ہے کہ اللہ عزوجل نے اپنے محبوب کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو وہ نگاہ مبارک عطا فرمائی ہے جس کے آگے در و دیوار رکاوٹ نہیں بن سکتے، قبور کے احوال ان سے پوشیدہ نہیں کہ اللہ عزوجل کے مقربین اپنی قبور میں اپنے اجسام مبارکہ کے ساتھ سلامتی سے امور سرانجام دیتے رہتے ہیں- جیسا کہ حضور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ارشاد فرمایا:

"اَلْأَنْبِيَاءُ أَحْيَاءٌ فِيْ قُبُوْرِهِمْ يُصَلُّوْنَ"[8]

"انبیاء کرام (علیہم السلام) اپنی قبور میں حیات ہیں اور نماز پڑھتے ہیں"-

مزید یہ کہ اللہ عزوجل کے مقربین زمان و مکان کی قید سے ماورٰی ہوتے ہیں، جیسا کہ سیدنا موسیٰ (علیہ السلام) اپنی قبرِ انور میں نماز پڑھ رہے تھے- بیت المقدس میں تشریف لے جاتے ہوئے اور سفر

[5] ابن کثیر، إسماعيل بن عمر بن كثير، تفسير القرآن العظيم، زیر آیت: بنی اسرائیل:1، ج:05، ص:21-22

[6] النسائی، أحمد بن شعيب بن علي رحمۃ اللہ علیہ، سنن النسائي، ایڈیشن دوم، كِتَابُ الصَّلَاةِ، ج:1، ص:217، رقم الحديث:450

[7] القشیری، مسلم بن الحجاج، صحيح مسلم، كتاب الْفَضَائِلِ، ج،04، ص:1845

[8] البزار، أحمد بن عمرو بن عبد الخالق (المتوفى:292هـ)، مسند البزار ج:13، ص:62۔

معراج کے وقت چھٹے آسمان پر اور سفر سے واپسی پہ سیدی رسول اللہ (ﷺ) کے استقبال کی خاطر موجود تھے-

حصہ دوم: مکاں سے لامکاں کے مکیں ہوئے

انبیا کرام (علیہم السلام) حضور نبی رحمت (ﷺ) کی اقتداء میں نماز ادا کر کے ادب و احترامِ مصطفٰے (ﷺ) سے مشرف ہو چکے تو آسمانی سفر کا آغاز ہوا، جس کو جلیل القدر مفسرین و محدثین نے نقل فرمایا ہے- یہاں امام جلال الدین سیوطی (رحمۃ اللہ علیہ) کے حوالے سے روایت نقل کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں، لکھتے ہیں کہ:

"سیدی رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: مَیں اور جبرائیل (علیہ السلام) اوپر چڑھے، میں نے ایک فرشتہ دیکھا، جس کو اسماعیل کہا جاتا ہے، وہ آسمانِ دنیا کا نگران تھا، اس کے سامنے ستر ہزار فرشتے تھے اور ہر فرشتے کے ساتھ ایک لاکھ کا لشکر تھا"-[9]

اس کے بعد کے سفر معراج کو امام بخاری (رحمۃ اللہ علیہ) حضرت مالک بن صَعْصَعَة (رضی اللہ عنہ) کے حوالے سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"سیدی رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: مجھے بُراق پہ سوار کیا گیا، پس حضرت جبرائیل (علیہ السلام) مجھے لے گئے حتی کہ آسمانِ دنیا پہ آئے، پس حضرت جبرائیل (علیہ السلام) نے آسمان کا دروازہ کھلوایا، تو پوچھا گیا، یہ کون ہے؟ انہوں نے کہا: جبرائیل ہے- پوچھا گیا: اور تمہارے ساتھ کون ہیں؟ انہوں نے کہا: (سیّدنا) محمد (ﷺ)- پوچھا گیا: کیا انہیں بُلایا گیا ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! کہا گیا: ان کو مرحبا (ان کا تشریف لانا مبارک) ہو! وہ کیا خوب آنے والے ہیں- پس دروازہ کھول دیا گیا- پس جب مَیں اندر گیا تو وہاں پر حضرت آدم (علیہ السلام) تھے، تو حضرت جبرائیل (علیہ السلام) نے کہا: یہ آپ (ﷺ) کے والد حضرت آدم (علیہ السلام) ہیں- آپ (ﷺ) ان کو سلام کیجئے، پس مَیں نے ان کو سلام کیا، تو انہوں نے سلام کا جواب دیا- پھر کہا: نیک بیٹے اور نیک نبی کو خوش آمدید ہو! پھر حضرت جبرائیل مجھے اُوپر لے کر گئے یہاں تک دوسرے آسمان پر آ گئے- دروازہ کھلوایا، تو پوچھا گیا، یہ کون ہے؟ انہوں نے کہا: جبرائیل ہے، پوچھا گیا: اور تمہارے ساتھ کون ہیں؟ انہوں نے کہا: (سیّدنا) محمد (ﷺ)- پوچھا گیا، کیا انہیں بُلایا گیا ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! کہا گیا: ان کو مرحبا (ان کا تشریف لانا مبارک) ہو! وہ کیا خوب آنے والے ہیں- پس دروازہ کھول دیا گیا- پس جب میں اندر گیا تو وہاں پر حضرت یحیٰ اور حضرت عیسیٰ (علیہما السلام) تھے- حضرت جبرائیل نے کہا: یہ دونوں خالہ زاد بھائی ہیں، پس آپ (ﷺ) ان دونوں کو سلام فرمائیں- پس میں نے ان دونوں کو سلام کیا، تو انہوں نے سلام کا جواب دیا- پھر ان دونوں (حضرت یحیٰ اور حضرت عیسیٰ (علیہما السلام)) نے کہا: نیک بھائی اور نیک نبی کو خوش آمدید ہو، پھر حضرت جبرائیل مجھے لے کر تیسرے آسمان پر پہنچے- پس حضرت جبرائیل نے دروازہ کھلوایا، تو پوچھا گیا، یہ کون ہے؟ انہوں نے کہا: جبرائیل ہے، پوچھا گیا: اور تمہارے ساتھ کون ہیں؟ انہوں نے کہا: (سیّدنا) محمد (ﷺ)- پوچھا گیا: کیا انہیں بُلایا گیا ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! کہا گیا: ان کو مرحبا (ان کا تشریف لانا مبارک) ہو! وہ کیا خوب آنے والے ہیں- پس دروازہ کھول دیا گیا، پس جب میں اندر گیا تو وہاں پر حضرت یوسف (علیہ السلام) تھے- حضرت جبرائیل نے کہا: یہ یوسف (علیہ السلام) ہیں، آپ (ﷺ) ان کو سلام کیجئے، پس میں نے ان کو سلام کیا، تو انہوں نے سلام کا جواب دیا، پھر آپ (علیہ السلام) نے کہا: نیک بھائی اور نیک نبی کو خوش آمدید ہو- پھر حضرت جبرائیل مجھے لے کر چوتھے آسمان پر پہنچے، پس حضرت جبرائیل نے دروازہ کھلوایا، تو پوچھا گیا، یہ کون ہے؟ انہوں نے کہا: جبرائیل ہے، پوچھا گیا: اور تمہارے ساتھ کون ہیں؟ انہوں نے کہا: (سیّدنا) محمد (ﷺ)- پوچھا گیا، کیا انہیں بُلایا گیا ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! کہا گیا: ان کو مرحبا (ان کا تشریف لانا مبارک) ہو! وہ کیا خوب آنے والے ہیں- پس دروازہ کھول دیا گیا، پس جب میں اندر گیا تو وہاں حضرت ادریس (علیہ السلام) تھے- حضرت جبرائیل نے کہا، یہ حضرت ادریس (علیہ السلام) ہیں، آپ (ﷺ) ان کو سلام کیجئے، پس میں نے ان کو سلام کیا، تو انہوں نے سلام کا جواب دیا- پھر آپ (علیہ السلام) نے کہا: نیک بھائی اور نیک نبی کو خوش آمدید ہو- پھر حضرت جبرائیل مجھے لے کر پانچویں آسمان پر پہنچے- پس حضرت جبرائیل نے دروازہ کھلوایا، تو پوچھا گیا، کون ہے؟ انہوں نے کہا: جبرائیل ہے، پوچھا گیا: اور تمہارے ساتھ کون ہیں؟ انہوں نے کہا

[9] السیوطی، عبد الرحمن بن ابی بکر، الدر المنثور۔ (بیروت: دار الفکر) ج:05، ص:195، زیرِ آیت: بنی اسرائیل:1

(سیّدنا) محمد (ﷺ)- پوچھا گیا: کیا انہیں بُلایا گیا ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! کہا گیا: ان کو مرحبا (ان کا تشریف لانا مبارک) ہو! وہ کیا عمدہ تشریف لانے والے ہیں- پس دروازہ کھول دیا گیا، جب میں اندر گیا تو وہاں حضرت ہارون (علیہ السلام) تھے، حضرت جبرائیل نے کہا، یہ حضرت ہارون (علیہ السلام) ہیں آپ (ﷺ) ان کو سلام کیجئے - پس میں نے ان کو سلام کیا، تو انہوں نے سلام کا جواب دیا، پھر آپ (علیہ السلام) نے کہا: نیک بھائی اور نیک نبی کو خوش آمدید ہو- پھر حضرت جبرائیل مجھے لے کر چھٹے آسمان پر پہنچے، پس حضرت جبرائیل نے دروازہ کھلوایا- تو پوچھا گیا: کون ہے؟ انہوں نے کہا: جبرائیل ہے، پوچھا گیا: اور تمہارے ساتھ کون ہیں؟ انہوں نے کہا: (سیّدنا) محمد (ﷺ)، پوچھا گیا، کیا انہیں بُلایا گیا ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! کہا گیا: ان کو مرحبا (ان کا تشریف لانا مبارک) ہو! وہ کیا عمدہ تشریف لانے والے ہیں، پس دروازہ کھول دیا گیا- پس جب میں اندر گیا تو وہاں حضرت موسیٰ (علیہ السلام) تھے، حضرت جبرائیل نے کہا، یہ حضرت موسیٰ (علیہ السلام) ہیں آپ (ﷺ) ان کو سلام کیجئے، پس میں نے ان کو سلام کیا، تو انہوں نے سلام کا جواب دیا- پھر آپ (علیہ السلام) نے کہا: نیک بھائی اور نیک نبی کو خوش آمدید ہو- پس جب آپ (ﷺ) وہاں سے آگے تشریف لے گئے تو حضرت موسیٰ (علیہ السلام) رونے لگے - آپ (علیہ السلام) سے عرض کی گئی، آپ کو کیا چیز رُلاتی ہے؟ حضرت موسیٰ (علیہ السلام) نے فرمایا کہ میں اِس لیے روتا ہوں کہ ایک نوجوان میرے بعد مبعوث کیا گیا، ان کی امت سے جو لوگ جنت میں داخل ہوں گے، وہ میری اُمت سے زیادہ ہوں گے- پھر حضرت جبرائیل میرے ساتھ ساتویں آسمان پہ پہنچے، پس حضرت جبرائیل نے دروازہ کھلوایا، تو پوچھا گیا، یہ کون ہے؟ انہوں نے کہا: جبرائیل ہے پوچھا گیا: اور تمہارے ساتھ کون ہیں؟ انہوں نے کہا: (سیّدنا) محمد (ﷺ)- پوچھا گیا: کیا انہیں بُلایا گیا ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! کہا گیا: ان کو مرحبا (ان کا تشریف لانا مبارک) ہو! وہ کیا عمدہ تشریف لانے والے ہیں- پس دروازہ کھول دیا گیا، پس جب میں اندر گیا تو وہاں حضرت ابراہیم (علیہ السلام) تھے - حضرت جبرائیل نے کہا، یہ حضرت ابراہیم (علیہ السلام) ہیں- یہ آپ (ﷺ) کے والد (محترم) ہیں- آپ (ﷺ) ان کو سلام کیجئے- پس میں نے ان کو سلام کیا، تو انہوں نے سلام کا جواب دیا- پھر آپ (علیہ السلام) نے کہا: نیک بیٹے اور نیک نبی کو خوش آمدید ہو، پھر وہاں سے سے مجھے سدرۃ المنتہیٰ کے مقام کی طرف لایا گیا"-[10]

گویا آسمانوں کے دروازے، آقاء دوجہان سیدی رسول اللہ (ﷺ) کا اسمِ گرامی لیے بغیر نہیں کھلتے-

سدرۃ المنتہیٰ کا مقام:

سدرہ بیری کے درخت کو کہتے ہیں اور اس کو منتہیٰ اس لیے کہتے ہیں کہ تمام ملائکہ سدرہ پہ جاکر ٹھہر جاتے ہیں اور اللہ عزوجل کی جانب سے نازل ہونے والے احکام بھی یہیں (سدرہ) سے وصول کیے جاتے ہیں- آقا کریم (ﷺ) کے علاوہ کسی کو اس مقام (سدرۃ المنتہیٰ) کو عبور کرنے کا شرف حاصل نہیں ہوا- جیسا کہ علامہ نظام الدین النیسابوری (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں:

"پس سِدرۃُ المنتہیٰ وہ مقام ہے جس سے آگے فرشتے نہیں جا سکتے اور نہ کسی کو یہ علم ہے کہ سدرۃ المنتہیٰ کے ماوراء کیا ہے؟ اور شہداء کرام (رضی اللہ عنہم) کی ارواح بھی یہاں تک جاتی ہیں"-[11]

حضور سُلطان العارفین، برھان الواصلین حضرت سخی سُلطان باھو (رحمۃ اللہ علیہ) ارشاد فرماتے ہیں:

"شبِ معراج جب حضور نبی رحمت (ﷺ) براق پر سوار ہوئے تو جبرائیل (علیہ السلام) نے 18 ہزار عالم کی جملہ موجودات کو آراستہ و پیراستہ کرکے عرش و کرسی سے بالاتر سدرۃ المنتہیٰ کے مقام پر دست بستہ حضور نبی کریم (ﷺ) کی خدمت میں پیش کیا- جب حضور نبی رحمت (ﷺ) "مَحْمُوْدًا نَّصِيْرًا قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى" کے اعلیٰ مقام پر پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے پوچھا: "اے محمد (ﷺ) میں نے اٹھارہ ہزار عالم کو آپ کے تابع کیا، آپ کو اُس کا معائنہ کرایا اور جملہ موجودات کو آپ کے سپرد کیا، آپ بتائیں کہ آپ کو کون سی چیز پسند آئی اور آپ کیا چیز لینا پسند فرمائیں گے؟ آپ (ﷺ) نے عرض کی: "خداوندا! مجھے اسم اَللّٰہُ اور تیری محبت پسند آئی اور مَیں تجھ سے تجھی کو مانگتا ہوں""-[12]

سدرۃ المنتہیٰ کے بارے میں امام رازی (رحمۃ اللہ علیہ) لکھتے ہیں:

"حضرت جبرائیل (علیہ السلام) نے سیدنا محمد مصطفےٰ (ﷺ) کی سواری کی لگام تھامی- یہاں تک کہ معراج کی رات حضور نبی کریم (ﷺ) کو براق پر سوار کیا اور یہ چیز اس بات پر

[10] البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، ایڈیشن اولی، (دار: طوق النجاۃ۔1422ھ)، بَابُ المِعْرَاجِ، ج05، ص:52- رقم الحدیث:3887

[11] النیسابوری، حسن بن محمد بن حسین (المتوفی:850ھ)، غرائب القرآن و رغائب الفرقان، ج:06، ص:203

[12] عین الفقر

دلالت کرتی ہے کہ حضرت محمد مصطفٰے (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) حضرت جبرائیل (علیہ السلام) سے افضل ہیں اور جب حضرت محمد مصطفٰے (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بعض مخصوص مقامات پر تشریف لے گئے تو حضرت جبرائیل (علیہ السلام) آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے پیچھے رہ گئے اور کہا کہ:

"لَوْ دَنَوْتُ أُنْمُلَةً لَاحْتَرَقْتُ"[13]

"اگر میں (اُنگلی) کے ایک پور کے برابر بھی قریب ہوا تو جل جاؤں گا"۔

ابو الفضل القاضی عیاض بن موسٰی المالکی (رحمۃ اللہ علیہ) لکھتے ہیں کہ:

"حضرت ابنِ عباس (رضی اللہ عنہما) فرماتے ہیں کہ معراج کی رات سیدنا محمدؐ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی بارگاہ میں رفرف پیش کی گئی۔ پس آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس پر تشریف فرما ہوئے۔ پھر آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بلند ہوئے اور اللہ عزوجل کے قریب ہوئے، تو حضور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: حضرت جبرائیل مجھ سے جدا ہو گئے اور مجھ سے مختلف آوازیں ختم ہو گئیں، اور میں نے اپنے رب عزوجل کا کلام سنا"۔[14]

مسئلہ نورانیت کا استنباط:

یہاں پر اس مسئلہ کو صرف اتنا ذہن میں رکھ لیں کہ جو فرشتوں کا سردار ہے وہ یہاں آکر رک گیا اور میرے آقا کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اسی بشری وجود مبارک کے ساتھ تشریف لے گئے فیصلہ خود کر لیں۔ پس معلوم ہوا کہ بشریت اور نورانیت آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اوصاف ہیں، جن کا منکر یا برابری کا دعوٰی بھی مردودہ۔

تمنائے جبرائیل امین:

حضرت جبرائیل (علیہ السلام) نے آگے ساتھ سفر کرنے سے عجز اور بے بسی کا اظہار کیا تو خاتم الانبیاء (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی لجپالی کو صاحب روح البیان نے یوں بیان فرمایا:

اے جبرائیل! تیری اللہ عزوجل کے ہاں کوئی حاجت ہے (تو میں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پوری کروادوں گا۔ تو حضرت جبرائیل امین (علیہ السلام) نے بڑا ایمان افروز جواب عرض کیا جو ہر صاحبِ ایمان کو جھومنے پہ مجبور کر دیتا ہے) عرض کی، یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! (میرے دل میں ایک ہی آرزو ہے کہ کل بروز محشر اللہ عزوجل مجھے یہ شرف بخشے) کہ میں آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی امت کے لیے پُل صراط پر اپنے پر بچھا سکوں تاکہ (وہ پروں پہ اپنے پاؤں رکھ کر) پل صراط سے گزر سکے"۔[15]

لمحۂ فکریہ:

حضور رسالت مآب (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی رفعت و شان دیکھ کر جبرائیل امین (علیہ السلام) کو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی امت کے قدموں کے نیچے پر بچھانے میں اللہ عزوجل کی رضا نظر آنے لگی۔ لیکن اس اُمت کو اپنے رؤف ورحیم آقا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی نسبت کا کتنا پاس اور لحاظ ہے؟ یہ سوال ہم میں سے ہر ایک کو خود سے کرنا چاہیے!!!

حصہ سوم: سِدرۃ المنتہٰی سے عالمِ لاھوت کا سفر

اللہ پاک نے سدرۃ المنتہٰی سے آگے کے سفر اور اپنے محبوب کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے قرب کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی o فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی o فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِهٖ مَا اَوْحٰی o مَا کَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰی o اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰی مَا یَرٰی o"[16]

"پھر وہ جلوہ نزدیک ہوا پھر خوب اُتر آیا، تو اس جلوے اور اس محبوب (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں دو ہاتھ کا فاصلہ رہا بلکہ اس سے بھی کم۔ اب وحی فرمائی، اپنے بندے کو جو وحی فرمائی، دل نے جھوٹ نہ کہا جو دیکھا تو کیا تم ان سے ان کے دیکھے ہوئے پر جھگڑتے ہو"۔

امام بخاری (رحمۃ اللہ علیہ) حضرت انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) سے روایت نقل کرتے ہیں:

"یہاں تک کہ سیدی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سدرۃ المنتہٰی پہ تشریف لے گئے، تو اللہ رب العزت (اپنی شان کے لائق) بہت ہی قریب ہوا، یہاں تک دو کمانوں کے برابر یا اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا۔ پھر اللہ رب العزت نے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی طرف وحی فرمائی"۔[17]

---

[13] الرازي، محمد بن عمر ؒ، مفاتيح الغيب، ایڈیشن: سوم (بیروت: دار إحياء التراث العربي، 1420ھ) زیرِ آیت: البقرۃ: 34، ج: 2، ص: 445

[14] عیاض بن موسی ؒ (المتوفی: 544ھ)، الشفا بتعریف حقوق المصطفٰے (صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم)، ج: 1، ص: 390

[15] حقی ؒ، إسماعيل بن مصطفٰے ؒ (المتوفی: 1127ھ)، روح البیان، ج، 05، ص، 121، زیرِ آیت: بنی اسرائیل: 01

[16] النجم: 8-12

[17] صحیح البخاری، کتاب التوحید

آقا کریم (ﷺ) جب سدرۃ المنتہٰی کے آگے تشریف لے گئے تو آپ (ﷺ) خود اس کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں کہ:

جب میں آگے بڑھا تو:

"فَنُوْدِیَ بِصَوْتِ اَبِیْ بَکْرٍ قِفْ یَا مُحَمَّدُ (ﷺ) اِنَّ رَبَّکَ یُصَلِّیْ"[18]

"پس حضرت ابو بکر صدیق (رضی اللہ عنہ) کی آواز میں ندا آئی ٹھہریئے یا محمد (ﷺ) بے شک تیرا رب درود پڑھ رہا ہے"۔

علامہ قاضی عیاض مالکی (رحمۃ اللہ علیہ) قربتِ مصطفٰے (ﷺ) کو بیان کرتے ہوئے حضرت حسن بصری (رحمۃ اللہ علیہ) سے روایت نقل کرتے ہیں کہ:

"اللہ پاک اپنے عبدِ خاص سیدنا محمد (ﷺ) کے قریب ہوئے (تاکہ) آپ (ﷺ) کا عظیم مرتبہ، بلند درجہ اور آپ (ﷺ) کی معرفت کے انوار اور اللہ تعالیٰ کے غیب اور اس کی قدرت کے اسرار کے مشاہدہ کو ظاہر کیا جائے"۔[19]

اللہ پاک نے یہاں "فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی" کے الفاظ مبارک استعمال فرمائے۔ امام فخر الدین رازی (رحمۃ اللہ علیہ) اس کی توجیہہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"یہ آیت محاورہ عرب کے موافق ہے پس جب دو سردار ایک دوسرے سے معاہدہ کرلیتے ہیں تو وہ دونوں اپنی کمانیں نکالتے اور ایک کمان کو دوسرے ساتھی کی کمان سے ملاتے ہیں"۔[20] (یعنی اہلِ عرب اس معاہدہ سے یہ ظاہر کرتے کہ ہمارے دوست دشمن برابر ہوں گے اور ایک دوسرے کے نفع ونقصان میں برابر کے شریک ہوں گے یعنی ہمارا مرنا جینا ایک ساتھ ہوگا)

نوٹ: اس آیت مبارک میں یہ واضح پیغام ہے کہ اللہ عزوجل ورسول اللہ (ﷺ) کا معاملہ واحد ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا اور رسول اللہ (ﷺ) کی رضا ایک ہے جو اللہ عزوجل اور اس کے محبوب مکرم (ﷺ) کی رضا میں فرق کرے گا، دائمی بدبختی اور خسارہ اس کا مقدر ٹھہرے گا۔

مُفتی بغداد علامہ السید محمود آلوسی (رحمۃ اللہ علیہ) اس قرب کو یوں بیان فرماتے ہیں کہ:

"اللہ عزوجل نے حضور نبی کریم (ﷺ) کا مقام اپنے نزدیک بلند کیا اور "تدلی" کا معنٰی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ (ﷺ) کو بالکلیہ جانب قدس میں جذب کرلیا اور اسی کو اللہ تعالیٰ کی ذات میں فنا ہونا کہتے ہیں"۔[21]

سفرِ معراج روحانی تھا یا جسمانی:

جمہور علماء کرام کا یہ مؤقف ہے کہ سیدی رسول اللہ (ﷺ) کا سفر معراج جسمانی تھا یعنی عالمِ خواب میں نہیں تھا۔ جسمانی معراج کی بہت ساری روایتیں ہیں یہاں ان روایات سے اخذ کر کے چند دلائل سپردِ قلم کرتے ہیں۔ قرآن پاک میں جہاں معراج کا ذکر خیر ہے وہاں "عبد" کا لفظ مبارک مذکور ہے اور عبد "روح اور جسم" کے مجموعہ کا نام ہے۔ جیسا کہ اسی آیت مبارک میں اللہ پاک نے "اسرٰی" کا لفظ استعمال فرمایا اور "اسرٰی" کا اطلاق خواب کی سیر پہ نہیں ہوتا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"مَازَاغَ الْبَصَرُ وَمَاطَغٰی"[22]

"آنکھ نہ کسی طرف پھری نہ حد سے بڑھی"۔

لفظ "بصر" جسمانی نگاہ کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

بُراق سواری کا پیش کیا جانا بھی سفر معراج کے جسمانی ہونے پہ دلالت کرتا ہے۔

معراج شریف ایک بہت بڑا معجزہ ہے جس کا کفار نے خوب انکار کیا۔ اگر یہ خواب کا واقعہ ہوتا لوگ سُن کر مُرتد نہ ہوتے۔

معراج کے مشاہدات

حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) کا محل:

"حضرت انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ سیدی رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا:

[18] حقی، إسماعیل بن مصطفٰے (المتوفی:1127ھ)، روح البیان، ج،05، ص،121، زیرِ آیت: بنی اسرائیل:01

[19] عیاض بن موسی (المتوفی:544ھ)، الشفا بتعریف حقوق المصطفٰے (ﷺ)، اَلْفَصْلُ السَّابِعُ الدُّنُوُّ وَالْقُرْبُ وج،01، ص،394

[20] الرازي، محمد بن عمر، مفاتیح الغیب، ایڈیشن: سوم، زیرِ آیت: البقرۃ:34، ج:28، ص:239

[21] آلوسی، محمود بن عبداللہ، روح المعاني (المتوفی:1270ھ)، ج،14، ص،52

[22] النجم:17

’’میں جنت میں داخل ہوا تو میں نے سونے کا ایک محل دیکھا- میں نے پوچھا: یہ محل کس کا ہے؟ تو انہوں نے کہا: قُریش کے ایک نوجوان کا، میں نے کہا: کس کا (یعنی اس کا نام کیا ہے؟) تو انہوں نے کہا: یہ عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) کا ہے- سیدی رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: (اے عمر!) اگر مجھے تمہاری غیرت کا علم نہ ہوتا تو مَیں اس میں داخل ہوتا- تو حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) نے (روتے ہوئے) عرض کی: کیا میں آپ (ﷺ) پر غیرت کروں گا؟ (کیونکہ یہ محلات اور عظمتیں آپ (ﷺ) کے نعلین پاک کے تلوؤں کی خیرات ہیں)‘‘-[23]

زبانیں اور ہونٹ کاٹنے والے بے عمل علماء:

حضرت انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ سیدی رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا:

’’میں نے معراج کی رات کچھ مردوں کو دیکھا، جن کے ہونٹوں کو آگ کی کینچیوں سے کاٹا جارہا تھا، میں نے پُوچھا: اے جبرائیل! یہ کون لوگ ہیں؟ تو انہوں نے عرض کی یہ آپ (ﷺ) کی اُمّت کے مقررین ہیں جو لوگوں کو نیکی کا حکم کرتے تھے اور اپنے آپ کو بھلا دیتے تھے حالانکہ وہ کتاب پڑھتے تھے کیا اُن کو عقل نہیں‘‘-[24]

حلال کو چھوڑ کر حرام کھانے والوں کا انجام:

سیدی رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا کہ:

’’معراج کی رات میں نے چند دستر خوان دیکھے، ان پر نفیس بھنا ہوا گوشت رکھا ہوا ہے لیکن کوئی ان کے قریب بھی نہیں آتا تھا- چند دوسرے دستر خوان دیکھے، جن پر نہایت بدبو دار گوشت اور سڑا ہوا گوشت رکھا ہوا ہے، اس کے پاس کچھ لوگ تھے جو (عمدہ گوشت چھوڑ کر) بدبودار گوشت کھا رہے تھے- مَیں نے کہا: اے جبرائیل! یہ کون لوگ ہیں؟ تو جبرائیل (علیہ السلام) نے عرض کی: یہ آپ (ﷺ) کی اُمت کے وہ لوگ ہیں جو حلال کو چھوڑ دیتے ہیں اور حرام کھاتے ہیں‘‘-[25]

ناحق یتیموں کا مال کھانے والوں کا انجام:

رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا کہ:

’’میں نے کچھ ایسے لوگ دیکھے جن کے ہونٹ، اونٹوں کے ہونٹوں جیسے تھے، آپ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا کہ ان کے منہ پھاڑے جاتے تھے اور یہ گوشت انہیں نگلنا پڑتا، پھر یہی گوشت ان کے نیچے سے نکل جاتا تھا، پس میں نے ان کی آواز کو سُنا اس حال میں کہ وہ اللہ عزوجل کی بارگاہِ اقدس میں آہ و فغاں کر رہے تھے، میں نے کہا: اے جبرائیل! یہ کون لوگ ہیں؟ تو جبرائیل (علیہ السلام) نے عرض کی: یہ آپ (ﷺ) کی اُمت کے وہ لوگ ہیں جو یتیموں کا ناحق مال کھایا کرتے تھے، پس وہ اپنے پیٹوں میں آگ بھر رہے ہیں اور وہ عنقریب بھڑکتی آگ میں جھونکے جائیں گے‘‘-[26]

زانی مرد اور زانیہ عورتوں کا حشر:

’’سیدی رسول اللہ (ﷺ) شبِ معراج ایک ایسی قوم کے پاس سے تشریف لائے، جن کے سامنے دیگچیوں میں پاکیزہ گوشت پکا ہوا رکھا تھا اور دوسری جانب سڑا ہوا بدبودار گوشت تھا، وہ لوگ سڑا ہوا خبیث گوشت کھا رہے تھے اور پاکیزہ گوشت چھوڑ رہے تھے، آپ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: اے جبرائیل! یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے عرض کی: یہ وہ لوگ ہیں جن کے پاس حلال اور طیب بیوی تھی اور وہ اس کو چھوڑ کر رات بھر بدکار عورت کے ساتھ رہتے تھے-[27] اسی طرح آپ (ﷺ) نے ایسی عورتیں دیکھیں جو اپنے پستانوں سے لٹکی ہوئی تھیں، پس میں نے ان کو اللہ عزوجل کے حضور آہ وزاری کرتے ہوئے سُنا تو میں نے کہا: اے جبرائیل! یہ عورتیں کون ہیں؟ تو جبرائیل (علیہ السلام) نے عرض کی: یہ آپ (ﷺ) کی اُمت کی زناکار عورتیں ہیں‘‘-

عیب جُو، غیبت اور نکتہ چینی کرنے والوں کا انجام:

سیدی رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا کہ:

’’میں پھر تھوڑی دیر چلا، تو ایسے لوگ دکھائی دیئے، جن کے پہلوؤں سے گوشت کاٹ کاٹ کر انہیں کھلایا جارہا تھا اور اِن میں سے ہر ایک کو کہا جاتا کہ کھاؤ، جس طرح تم اپنے بھائی کا گوشت کھایا کرتے تھے، میں نے کہا: اے جبرائیل! یہ کون لوگ ہیں، حضرت جبرائیل (علیہ السلام) نے عرض کی: یہ آپ (ﷺ) کی اُمت کے عیب جُو، غیبت کرنے والے اور نکتہ چینی کرنے والے ہیں‘‘-[28]

---

[23] احمد بن محمد بن حنبل، مسند الإمام أحمد بن حنبل، ج،19، ص:103، رقم الحديث:12046

[24] احمد بن محمد بن حنبل، مسند الإمام أحمد بن حنبل، مُسْنَدُ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ﷺ، رقم الحديث:13515، ج:21، ص:158-159

[25] محمد بن يوسف الصالحي ﷺ (المتوفى:942هـ)، سبل الهدى والرشاد، في سيرة خير العباد---، ج،3، ص،86

[26] ابن كثير، إسماعيل بن عمر ﷺ، تفسير القرآن العظيم، (بيروت:دارالكتب العلمية)، زیرِ آیت:بنی اسرائیل:01، ج:05، ص:23-

[27] تبیان القرآن

[28] البيهقي، أحمد بن الحسين بن علي ﷺ، دلائل النبوة، (المتوفى:458هـ)، بَابُ الدَّلِيلِ عَلَى أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ عُرِجَ بِهِ إِلَى السَّمَاءِ، ج،2، ص:393

سود خوروں کا انجام:

سیدی رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا:

"شبِ معراج میں نے کچھ لوگوں کو دیکھا، ان کے پیٹ کوٹھڑیوں کی طرح ہیں-جب اِن میں سے کوئی اٹھنے کی کوشش کرتا ہے، تو گر پڑتا ہے اور کہتا ہے: یا اللہ عزوجل! قیامت قائم نہ فرما-وہ آلِ فرعون کے رستہ پہ ہیں فرعونی جماعت آتی ہے اور اُن کو روندتی چلی جاتی ہے، پس میں نے ان کو اللہ عزوجل کی جناب میں آہ و زاری کرتے ہوئے سنا، میں نے کہا: اے جبرائیل! یہ کون لوگ ہیں؟ حضرت جبرائیل (علیہ السلام) نے عرض کی: یہ آپ (ﷺ) کی امت کے سود خور ہیں:

"اَلَّذِیْنَ یَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا یَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا یَقُوْمُ الَّذِیْ یَتَخَبَّطُهُ الشَّیْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ "(البقرۃ:275)

"وہ جو سود کھاتے ہیں قیامت کے دن نہ کھڑے ہوں گے مگر جیسے کھڑا ہوتا ہے وہ جسے آسیب نے چھو کر مخبوط بنا دیا ہو"-[29]

بے نمازی اور زکوۃ ادا نہ کرنے والوں کا انجام:

"شبِ معراج حضور نبی رحمت (ﷺ) ایک ایسی قوم کے پاس سے گزرے جن کے سروں کو پتھروں سے کچلا جارہا تھا اور جب سر کچل دیا جاتا تو وہ پھر درست ہو جاتا اور ان کو مہلت نہ ملتی (کہ سر پھر کچل دیا جاتا)، میں نے کہا: اے جبرائیل! یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے عرض کی: یہ وہ لوگ ہیں، جن کے سر (فرض) نماز کے وقت بھاری ہو جاتے ہیں- پھر آپ (ﷺ) ایک ایسی قوم کے پاس تشریف لے گئے، جن کے آگے اور پیچھے کپڑے کی دھجیاں تھیں اور وہ جہنم کے کانٹے دار درخت زقوم کو جانوروں کی طرح چر چگ (کھا) رہے تھے اور جہنم کے پتھر اور انگارے کھا رہے تھے-میں نے کہا: اے جبرائیل! یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے عرض کی: یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے مالوں سے زکوۃ ادا نہیں کرتے"-

سفرِ معراج سے واپسی اور سیدنا حضرت موسیٰ (علیہ السلام) سے ملاقات اور تحفۂ معراج:

اللہ پاک نے اپنی لاریب کتاب میں ارشاد فرمایا:

"وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى"[30]

"اس پیارے چمکتے تارے محمد (ﷺ) کی قسم جب یہ معراج سے اُترے"

نوٹ: یہاں "النجم" سے مراد کئی مفسرین نے "سیدنا محمد رسول اللہ (ﷺ)" کی ذاتِ اقدس مراد لی ہے-یہاں صرف ایک حوالہ لکھنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں:

امام قرطبی (رحمۃ اللہ علیہ) نے سیدنا جعفر بن محمد بن علی بن حسین (رضی اللہ عنہم) کے حوالے سے لکھا ہے:

"(وَ النَّجْمِ) یَعْنِی مُحَمَّدًا (ﷺ) (إِذَا هَوٰی) إِذَا نَزَلَ مِنَ السَّمَاءِ لَيْلَةَ الْمِعْرَاجِ"

"وَالنَّجْمِ" سے مراد "سیدنا محمد رسول اللہ (ﷺ)" کی ذاتِ اقدس ہے "إِذَا هَوٰى" سے مراد جب آپ (ﷺ) معراج کی شب آسمان سے اُترے"-[31]

حضرت انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا:

"پس اللہ تعالیٰ نے مجھ پر ایک دن اور رات میں پچاس نمازیں فرض فرمائیں، جب میں حضرت موسیٰ (رضی اللہ عنہ) کے پاس پہنچا تو انہوں نے عرض کی، آپ (ﷺ) کے رب نے آپ (ﷺ) کی اُمت پر کیا فرض فرمایا ہے؟ میں نے کہا ہر دن اور رات میں پچاس نمازیں، تو موسیٰ (علیہ السلام) نے عرض کی، اپنے رب کے پاس جا کر تخفیف کا سوال کیجیے کیونکہ آپ (ﷺ) کی امت پچاس نمازیں نہ پڑھ سکے گی-میں آزمائش میں پڑ کر بنی اسرائیل کا تجربہ کر چکا ہوں تو حضور نبی کریم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: مَیں اپنے رب کے پاس لوٹا اور عرض کی اے میرے رب! میری امت پر کچھ تخفیف فرما- اللہ تعالیٰ نے پانچ نمازیں کم کر دیں، پس میں حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کے پاس واپس آیا اور کہا اللہ تعالیٰ نے پانچ نمازیں کم کر دیں ہیں، حضرت موسیٰ (علیہ السلام) نے عرض کی، آپ (ﷺ)

---

[29] السیوطی، عبدالرحمن بن أبی بکر، الخصائص الکبری، (المتوفی: 911ھ)، ج:01، ص:278

[30] النجم:1

[31] القرطبی ﷫، محمد بن أحمد ﷫، الجامع لأحکام القرآن، ایڈیشن دوم، زیر آیت: النجم، 1، ج:17، ص:83

کی امت اتنی نمازیں نہ پڑھ سکے گی، جایئے جا کر اپنے رب سے تخفیف کا سوال کیجئے؟ رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: پس مَیں اللہ تعالیٰ اور حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کے درمیان بار بار آتا رہا، حتیٰ کہ اللہ پاک نے ارشاد فرمایا:

"یَا مُحَمَّدُ، إِنَّهُنَّ خَمْسُ صَلَوَاتٍ كُلَّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ"

"اے محمد! (ﷺ) دن اور رات کی یہ پانچ نمازیں ہیں"۔

ہر نماز کا دس گنا اجر ہو گا پس یہ پچاس نمازیں ہو جائیں گی اور جو شخص نیک کام کا قصد کرے اور پھر وہ نیک کام نہ کرے، اس کے لیے ایک نیکی لکھی جائے گی اور اگر وہ اس نیکی کو کرے، تو دس نیکیاں لکھی جائیں گی اور جو شخص برے کام کا قصد کرے اور برا کام نہ کرے، تو اس کے نامہ اعمال میں کچھ نہ لکھا جائے گا اور اگر برا کام کرے گا تو اس کی ایک برائی لکھی جائے گی۔

رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: پھر میں موسیٰ (علیہ السلام) کے پاس پہنچا اور ان کو ان احکام کی خبر دی، انہوں نے پھر کہا، اپنے رب کے پاس جا کر مزید تخفیف کا سوال کیجئے، رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: پس میں نے کہا:

"قَدْ رَجَعْتُ إِلَى رَبِّي حَتَّى اسْتَحْيَيْتُ مِنْهُ"

"میں نے بار بار اپنے رب کے پاس درخواست کی اور اب مجھے رب سے حیا آتی ہے"۔[32]

معراجِ مصطفےٰ (ﷺ) طئی مکانی اور طئی زمانی کا مظہرِ اتم:

کروڑوں میل کی مسافت ایک قلیل وقت میں طے کرنے کو طئی مکانی اور کئی سالوں پہ محیط وقت کو چند لمحوں میں سمٹنے کو طئی زمانی کہتے ہیں۔ان دونوں (طئی مکانی اور طئی زمانی) کی مثالیں قرآن مجید میں موجود ہیں۔جیسا کہ سیدنا سلیمان (علیہ السلام) کے ایک برگزیدہ اُمتی کا 900 میل کی مسافت سے تخت بلقیس کو پلک جھپکنے میں حضرت سلیمان (علیہ السلام) کے قدموں میں لانا طئی مکانی کی مثال ہے اور اصحاب کہف اور حضرت عزیر (علیہ السلام) کے واقعات طئی زمانی کی شاندار مثالیں ہیں۔اسی تناظر میں جب ہم واقعہ معراج کو دیکھتے ہیں تو یہ واقعہ اس کائناتِ رنگ و بُو میں طئی زمانی و طئی مکانی کی سب سے بڑی مثال ہے۔

کفار کا ردِ عمل اور یارِ غار سیدنا ابو بکر صدیق (رضی اللہ عنہ) کا بغیر دلیل کے تصدیق فرمانا:

اُم المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ (رضی اللہ عنہا) فرماتی ہیں:

"جب رسول اللہ (ﷺ) کو مسجد اقصیٰ تک معراج کرائی گئی (اور آپ (ﷺ) نے واپسی معراج پہ لوگوں کو سفر معراج کے متعلق بتایا تو) وہ اس کے بارے میں طرح طرح کی باتیں کرنے لگے اور کچھ لوگ مُرتد ہو گئے اور جو اہلِ ایمان تھے انہوں نے اس کی تصدیق کی۔کچھ لوگ یہ خبر حضرت ابو بکر صدیق (رضی اللہ عنہ) کے پاس لے کر گئے اور بولے: کیا آپ کو اپنے صاحب (حضور نبی کریم (ﷺ) کی اس بات کا یقین ہے؟ آپ (ﷺ) یہ سمجھتے ہیں کہ آپ (ﷺ) کو راتوں رات بیت المقدس کی سیر کرائی گئی ہے۔آپ (رضی اللہ عنہ) نے دریافت فرمایا کہ کیا یہ بات رسول اللہ (ﷺ) نے فرمائی ہے؟ انہوں نے کہا: جی ہاں۔حضرت ابو بکر صدیق (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: اگر سیدی رسول اللہ (ﷺ) نے یہ ارشاد فرمایا ہے تو یہ بالکل سچ ہے۔انہوں نے کہا: کیا تم آپ (ﷺ) کی (اس بات کی) تصدیق کرو گے کہ آپ (ﷺ) راتوں رات بیت المقدس تک گئے ہیں اور صبح ہونے سے پہلے واپس بھی آگئے ہیں؟ آپ (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: ہاں! مَیں تو اس سے بڑی بات (اللہ عزوجل کو آپ (ﷺ) کے فرمانے پر) کو بھی تسلیم کرتا ہوں۔پس اسی وجہ سے (آقا کریم (ﷺ) کی بارگاہِ اقدس سے) آپ (رضی اللہ عنہ) کا نام ابو بکر صدیق رکھا گیا"۔[33]

نوٹ: اگر آج ناقص العقل اِنسان کیلئے مادی اسباب کی بنیاد پر خلاؤں کا سینہ چیرتے ہوئے چاند پہ قدم جمانا، خلا کو تسخیر کرنا

[32] صحیح مسلم، کتاب الایمان، بَابُ الْإِسْرَاءِ

[33] حاکم، محمد بن عبداللہ ﷫، المستدرک علی الصحیحین باب: أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي قُحَافَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَ، ج:03، ص:65، رقم الحديث:4407۔

ممکن ہے تو خالق لم یزل کی عطا کردہ روحانی قوت کی بناء پر تاجدارِ کائنات (ﷺ) کا سدرۃ المنتہٰی اور قابَ قوسین اوٗ ادنیٰ تک رسائی کیونکر نہ ممکن ہے- یہ بات بھی ہر ذی شعور جانتا ہے کہ عقل کی پرواز حواسِ خمسہ کے ساتھ ہے جہاں حواسِ خمسہ ساتھ چھوڑ جائیں گے عقل وہاں بیکار ہو جائے گی، جیسے نابینا انسان کے لیے رنگوں کا ادراک ممکن نہیں وغیرہ وغیرہ-

دوسری بات کہ خود سائنس آج ایسے کارنامے سر انجام دے چکی ہے جن تک رسائی حواسِ خمسہ اور محض عقلِ انسانی کی بنیاد پہ ممکن نہیں- جیساکہ پست موجی سراغ رساں اور خوردبین و دوربین نے انسان کو اس قابل بنادیا ہے کہ وہ حواس خمسہ اور عقل انسانی کی پہنچ سے باہر سینکڑوں چیزوں کا مشاہدہ کر سکے- اس لیے مفکر ملت ڈاکٹر علامہ محمد اقبال (رحمۃ اللہ علیہ) نے ہمیں یہ درس دیا ہے کہ:

گزر جا عقل سے آگے کہ یہ نور
چراغِ راہ ہے، منزل نہیں ہے

سفرِ معراج اور تعلیمات حضرت سُلطان باھو (رحمۃ اللہ علیہ):

سُلطان العارفین، برھان الواصلین حضرت سخی سُلطان باھو (رحمۃ اللہ علیہ) نے اپنی تعلیمات مبارکہ میں مختلف مقامات پہ معراجِ مصطفٰے (ﷺ) کا ذکر فرمایا- ان میں سے چند مقامات کو یہاں بیان کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں- آپ (رحمۃ اللہ علیہ) ارشاد فرماتے ہیں:

”جان لے کہ مندرجہ ذیل (خاص الخاص چھ) مراتب تک کوئی نہیں پہنچ سکتا، اگر کوئی اُن مراتب تک پہنچنے کا دعویٰ کرتا ہے تو وہ کاذب و ساحر و کافر و صاحبِ اِستدراج مرتد ہے- اُن خاص الخاص چھ مراتب (میں سے ایک یہ ہے کہ) حضور نبی رحمت (ﷺ) کے سوا کوئی اور شخص مراتبِ قابَ قوسین پر پہنچ کر ظاہری آنکھوں سے معراج نہیں کر سکتا“-[34]

مزید ارشاد فرمایا: حضور نبی کریم (ﷺ) معراج کی رات براق پر سوار ہوئے اور جبرائیل (علیہ السلام) آپ (ﷺ) کے ساتھ پیدل چلے- آگے جا کر جبرائیل (علیہ السلام) بالائے عرش جانے سے معذور ہو گئے مگر آپ (ﷺ) آگے چلے گئے اور قابَ قوسین اوٗ ادنیٰ کے مقام پر جا پہنچے اور وہاں جو دیکھنا تھا وہ دیکھا اور جو سننا تھا وہ سنا-

بیت: ” حضور نبی رحمت (ﷺ) نے وہاں جو کچھ دیکھا کسی اور آنکھ سے نہیں بلکہ سرّ کی آنکھ سے دیکھا “-[35]

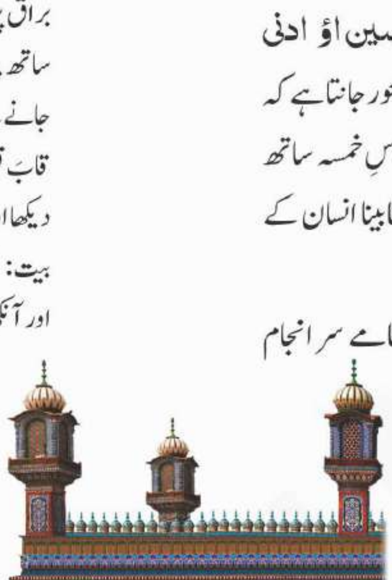

معراج کے وقت ایک اور ایمان افروز واقعہ کو بیان کرتے ہوئے آپ (رحمۃ اللہ علیہ) نے ارشاد فرمایا:

”جان لے کہ جب حضرت محمد رسول اللہ (ﷺ) معراج کی رات کو قربِ الٰہی کی طرف بڑھے تو حضرت پیر دستگیر قدس سرہ العزیز نے اپنی گردن آپ (ﷺ) کے قدموں میں رکھ دی جس پر پیغمبر صاحب (ﷺ) نے فرمایا کہ اب آپ کا قدم جملہ اولیائے اللہ کی گردن پر ہو گا- ہر طریقہ خرقہ پوش ہے لیکن قادری طریقہ محبت و معرفتِ توحیدِ الٰہی کا دریا نوش ہے، ہر طریقہ میں سجادگی ہے لیکن قادری طریقہ میں غرق فنافی اللہ ہو کر نفس سے آزادگی ہے، ہر طریقہ میں قائم مقام ہے لیکن قادری طریقہ میں ہدایتِ معرفت و فقر تمام ہے، ہر طریقہ میں جبہ و دستار ہے لیکن قادری طریقہ میں مشاہدۂ جمالِ حضور اور شرفِ دیدار ہے، ہر طریقہ میں ورد و تسبیح ہے لیکن قادری طریقہ میں غرقِ وحدت و نفس ذبیح ہے، ہر طریقہ میں تقلیدی طور پر حجام کی طرح قینچی سے طالب مرید کے بال کاٹے جاتے ہیں لیکن قادری طریقہ میں توجہ دے کر بعین توحید کا مشاہدہ کرایا جاتا ہے-

قطعہ: ”ہر طریقہ مفلس و در در کاسوالی ہے مگر قادری غنی و با وصال ہے، مَیں قادری فقیر ہوں، ہر وقت بارگاہِ الٰہی میں حاضر ہوں اور طالبوں کو مجلسِ مصطفٰے (ﷺ) میں پہنچاتا ہوں-[36]

”فقیر نے جو کچھ کہا ہے حسد سے نہیں بلکہ حساب سے کہا ہے“-

[34] کلیدالتوحید (کلاں)
[35] محک الفقر (کلاں)
[36] نورالھدٰی

بندہ مؤمن کس طرح معراج حاصل کرتا ہے؟

آپ (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں:

"عارف اپنے جسم کو اسمِ اللہ ذات میں گم کر کے معرفتِ نورِ وحدت کی معراج پالیتے ہیں"۔[37]

مزید ارشاد فرمایا:

"دل معراج پر لے جانے والی دُلدل و بُراق ہے، جس نے دل کو پالیا وہ صاحبِ نظر ہو گیا"۔[38]

اللہ عزوجل جس خوش قسمت بندہ مؤمن کو شرفِ معراج عطا فرماتا ہے اس کی علامت اور نشانی بیان کرتے ہوئے آپ (رحمۃ اللہ علیہ) نے ارشاد فرمایا:

"معراجِ خداوندی کی نشانی یہ ہے کہ صاحبِ معراج کے وجود میں چوں رہتی ہے نہ چرا- یہ مرتبہ مرشدِ کامل کی عطا سے حاصل ہوتا ہے"۔[39]

خلاصہ کلام:

ہر کوئی اپنی استطاعت اور آنے والے کی شخصیت کے اعتبار سے استقبال کرتا ہے اور بعض اوقات بُلانے والے کے بلند مقام و مرتبے کی وجہ سے بلائے جانے والے کی عزت و توقیر میں اضافہ ہوتا ہے- اسی طرح کسی کو مدعو کرنے کے کئی انداز ہوتے ہیں- بعض اوقات دوست یا چاہنے والا فقط فون یا پیغام بھیج دیتا ہے اور جانے والا اپنی سواری کا بندوبست خود کرتا ہے- جہاں تعلق زیادہ ہو وہاں صرف پیغام پہ اکتفا نہیں کیا جاتا بلکہ ساتھ گاڑی بھی روانہ کی جاتی ہے اور چاہت کی انتہا یہ ہوتی ہے کہ بُلانے والا نہ صرف سواری کا بندوبست کرتا ہے بلکہ ساتھ اپنا خصوصی نمائندہ بھی روانہ کرتا ہے-

جب ہم سفر معراج کو دیکھتے ہیں تو ہمیں یہ سفر اپنی مثال آپ نظر آتا ہے- غور فرماتے جائیں:

نمائندہ کیلئے اپنا مقرب فرشتہ (نوریوں کے سردار فرشتے) کو روانہ فرمایا، سواری کے لیے کہیں بُراق اور کہیں رفرف کا انتظام فرمایا، استقبال کیلئے کہیں انبیاء کرام (علیہم السلام) قطار اندر قطار ہاتھ باندھے کھڑے رہے اور کہیں ہر آسمان پہ جگہ جگہ اللہ عزوجل نے استقبال کا بندوبست فرمایا ہے- اسی طرح سدرۃ المنتھیٰ کے مقام پہ لاکھوں فرشتے خاتم الانبیاء (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی ایک جھلک دیکھنے کیلئے بیتاب تھے اور میزبانی کا شرفِ بخشنے کیلئے خود رب ذوالجلال اپنی شان کے مطابق جلوہ فرما تھا جس کی عکاسی کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں:

وہی ہے اول وہی ہے آخر وہی ہے باطن وہی ہے ظاہر
اُسی کے جلوے اُسی سے ملنے اُسی سے اُس کی طرف گئے تھے

الغرض! اس سفر کو کسی بھی حوالے سے دیکھیں تو آپ صرف سوچ سکتے ہیں نہ اس کی مثال پہلے موجود ہے نہ ان شاء اللہ قیامت تک ہو گی-

رب کریم ہمیں اپنے حبیب مکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی کامل محبت و اتباع نصیب فرمائے- آمین!

☆☆☆

[37] امیر الکونین
[38] عقلِ بیدار
[39] محک الفقر (کلاں)

قومی حضرت سلطان باھُوؒ کانفرنس

(رپورٹ: مسلم انسٹیٹیوٹ)

افتتاحی سیشن

مسلم انسٹیٹیوٹ اور یونیورسٹی آف جھنگ کے باہمی تعاون سے 20 جنوری 2022ء کو چناب کالج جھنگ میں ”قومی حضرت سلطان باھو کانفرنس“ کا انعقاد کیا گیا- کانفرنس تین سیشنز پہ مشتمل تھی، افتتاحی سیشن، اکیڈیمک سیشن اور کلام باھُو سیشن. افتتاحی سیشن میں صاحبزادہ سلطان احمد علی صاحب (دیوان آف جوناگڑھ سٹیٹ و چیئر مین مسلم انسٹیٹیوٹ) نے افتتاحی خطاب کیا- جبکہ پروفیسر ڈاکٹر شاہد منیر (وائس چانسلر، یونیورسٹی آف جھنگ) نے اختتامی کلمات ادا کئے ڈاکٹر محترمہ انعم سلیم لیکچرر یونیورسٹی آف جھنگ نے افتتاحی سیشن میں ماڈریٹر کے فرائض سر انجام دیئے- کانفرنس میں پروفیسرز، محققین، تاریخ دان، پارلیمنٹیرئینز کے علاوہ نوجوان طلباء و طالبات نے بڑی تعداد میں شرکت کی-

مقررین کی جانب سے کیے گئے اظہارِ خیال کا خلاصہ درج ذیل ہے:

افتتاحی کلمات

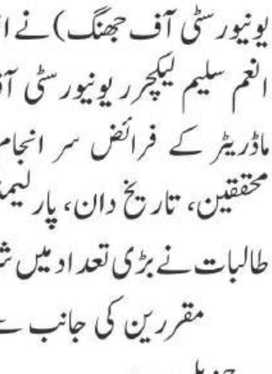

صاحبزادہ سلطان احمد علی

دیوان آف جوناگڑھ اسٹیٹ و چیئر مین مسلم انسٹیٹیوٹ

اس اکیڈیمک کانفرنس کی بنیادی وجہ یہ ہے کے حضرت سلطان باھُوؒ کی شخصیت اور آپؒ کی تعلیمات کا تاریخ، ثقافت، مذہب اور فلسفیانہ لحاظ سے جائزہ لیا جائے اور اس آپ کی زندگی اور افکار کو موجودہ دور کے تناظر میں سمجھا جاسکے- جس طرح ہر خطے کی اپنی تاریخ و ثقافت ہوتی ہے اسی طرح وادیٔ سندھ کی بھی ایک صوفی تہذیب ہے کیونکہ اس صوفی ادب ایک نصاب کی حیثیت رکھتا ہے جو مقامی زبان سے تشکیل دیا گیا- اگر ہم حضرت سلطان باھُوؒ کے کُل 200 ابیات پر غور کریں اور اسے مروجہ عالمی معیار کے مطابق مرتب کریں تو یہ 23 صفحات پر مشتمل ایک مختصر سی کتاب بنتی ہے- یہ اس قدر مختصر کتاب 17ویں صدی میں لکھی گئی اور اس کا آج تک کوئی متبادل نہیں- 2013ء میں مسلم انسٹیٹیوٹ کے زیر اہتمام حضرت سلطان باھُوؒ پر ایک بین الاقوامی کانفرنس میں پروفیسر گرہارڈ بورنگ، ییل یونیورسٹی سے تشریف لائے اور انہوں نے بتایا کہ حضرت سلطان باھُوؒ کی کتب پر بیرون ممالک بھی تحقیق کا کام جاری ہے- حضرت سلطان باھُوؒ نے انتہائی گہرے فلسفیانہ مباحث کو منفرد انداز میں پیش کیا جو محققین کی توجہ کا مرکز بنیں جیسا کہ ”ڈیتھ بفور ڈائنگ“ یعنی موت سے پہلے موت جس کو یونیورسٹی آف کیلیفورنیا نے شائع کیا- حضرت سلطان باھُوؒ بچپن سے ہی اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں میں سے تھے-

معزز مہمان

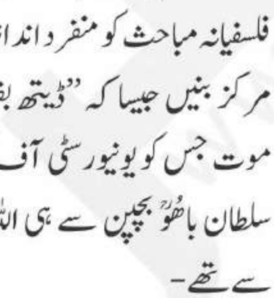

سید مہدی شاہ

(پرنسپل، چناب کالج جھنگ)

حضرت سلطان باھُوؒ ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے حق و صداقت کی واضح دعوت سے لوگوں کی تقدیر بدل دی کیونکہ ان کے کلام کا تعلق آفاقیت سے ہے- حضرت سلطان باھُوؒ کا کلام ادب اور

روحانیت کا حسین امتزاج ہے اور انسانی روح اس کی تصدیق کرتی ہے کیونکہ آپؒ کا کلام دلوں میں اتر کر روح تک پہنچتا ہے اور ہمیں ایمان کی تازگی بخشتا ہے- حضرت سلطان باھُوؒ ایک عظیم انسان تھے اور انہوں نے انسانیت کیلئے بہت کچھ کیا- جہاں تک ان کے کلام کا تعلق ہے تو آپ جانتے ہیں کہ ایک لفظ ’’ھُو‘‘ جو ان کی شاعری میں غالب ہے یہ ادبی لحاظ سے شاید شاعرانہ تصنع ہے لیکن روحانی لحاظ سے یہ رب کریم اور رسول کریم (ﷺ) سے ہمارے تعلق کو جوڑتا ہے- ہم جھنگ کے لوگ خوش قسمت ہیں کہ ہم حضرت سلطان باھُوؒ کی سرزمین پر پیدا ہوئے اور میں چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں حضرت سلطان باھُوؒ کی تعلیم و تبلیغ کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے-

معززمہمان (بذریعہ ویڈیو لنک)

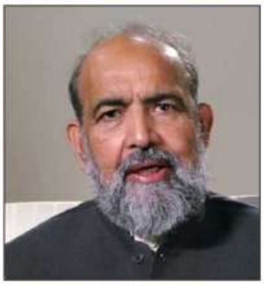

پروفیسر ڈاکٹر قبلہ ایاز صاحب

چیئرمین اسلامی نظریاتی کونسل

اس افراتفری پر مشتمل آج کل کی زندگی میں ہمارا صوفی ثقافت کی طرف رجوع قابل تحسین ہے- ہماری یہ بنیادی ضرورت ہے کہ ہم لوگ اپنے نوجوانوں میں اپنی تاریخ کو زندہ رکھیں کہ ہمارے آباءواجداد صوفی ثقافت سے کس قدر متاثر رہے ہیں- اسی طرح ایک وقت تھا جب مسلمان اپنے عروج پر تھے اور پھر ایک وقت ایسا بھی آیا جب مسلمانوں نے اپنی سب سے بڑی سلطنت، عباسی سلطنت زوال کا شکار ہوتی دیکھی- اس کے بعد منگول اور تاتار سلطنت نے دنیا کے بیشتر علاقوں پر قبضہ کر لیا- اس مشکل وقت میں علماء کرام اور صوفیاء کرام ہی تھے جنہوں نے اسلامی اقدار کو زندہ رکھا- 1917ء میں وسطی ایشیاء کی کچھ ریاستوں پر اشتراکی (سوشلسٹ) حکومت کے نے قبضہ کر لیا تھا- اس وقت اسلامی ثقافت اور اقدار کو روزمرہ کی زندگی سے ختم کرنے کی کوشش کی گئی اس کے علاوہ مساجد بند کر دی گئی تھی- اس سنگین صورتحال میں صوفیاء کرام نے اسلامی تشخص کو محفوظ رکھا یہی وجہ ہے کہ سوشلسٹ حکومت کے خاتمے کے بعد ہمیں وسطی ایشیائی ممالک میں دوبارہ اسلام نظر آ رہا ہے- حضرت سلطان باھُوؒ 17ویں صدی میں جھنگ شہر میں پیدا ہوئے اور ان کی تعلیمات محبت کا پیغام دیتی ہیں- ان کی تعلیمات میں قرآن اور رسول اللہ (ﷺ) کی تعلیمات کی عکاسی کرتی ہے-

معززمہمان (بذریعہ ویڈیو لنک)

ڈاکٹر بصیرہ عزیزعلیوف

آذربائیجان نیشنل اکیڈمی آف سائنسز

جب بھی ’’اسلام‘‘ یا ’’تصوف‘‘ جیسے الفاظ کسی کے غور و فکر کے عمل میں داخل ہوتے ہیں تو انسان کو ایک اندرونی سکون محسوس ہوتا ہے- حضور نبی کریم (ﷺ) کے اس فانی دنیا سے رخصت ہونے کے بعد انسانیت نے بہت سے

صوفیائے کرام کو دیکھا ہے جو باطنی سکون کے حصول کیلئے رسول اللہ (ﷺ) کے راستے کی تبلیغ کرتے رہے- حضرت سلطان باھُوؒ ان بلند پایہ ہستیوں میں سے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے دوستوں میں نمایاں حیثیت رکھتے ہیں- سلطان باھُوؒ نے 140 سے زائد کتابیں لکھیں جو صوفیانہ اسرار و رموز سے مالا مال ہیں- دوسرے صوفیاء کی طرح سلطان باھُوؒ کہتے ہیں کہ کامیابی انسان کے باطن کی صفائی میں پنہاں ہے-

دِل کالے کولوں مُنہ کالا چنگا جے کوئی اُس نوں جانی ھو
مُنہ کالا دِل اچھا ہووے تاں دِل یار پچھانی ھو
اِیہہ دل یار دے پِچھے ہووے متّاں یار وی کدی پچھانی ھو
سَے عالم چھوڑ مَسیتاں نَٹھے باھُوؒ جد لگے نیں دِل ٹِکانی ھو

عصر حاضر کے معاشرتی برائیوں کے مسائل کا حل تصوف پر عمل کرنے میں چھپا ہے- آذر بائیجان اور پاکستان کی دوستی کی تاریخ دونوں خطوں میں تصوف کی قبولیت کی وجہ سے ہے-

پروفیسر ڈاکٹر زیڈ اے اعوان

حضرت سلطان باھُوؒ پہ مصنف، امریکہ

میں تمام نوجوان بیٹیوں کو ڈاکٹر اینی میری شمل کے بارے میں پڑھنے کا مشورہ دوں گا- وہ ایک جرمن محققہ تھیں جو علامہ محمد اقبال کی تعلیمات سے متاثر ہو کر عاشقِ رسول کریم (ﷺ) بن گئیں- وہ بہت سادہ سی خاتون تھیں لیکن روحانیت کی ایک مثال تھیں- مزید یہ کہ حضرت سلطان باھوؒ کے بارے میں امریکہ میں بھی تحقیق ہو رہی ہے، خواہ وہ کچھ محدود ہی کیوں نہ ہوں لیکن امریکہ کے لوگ سلطان باھوؒ کی تعلیمات سے مستفید ہو رہے ہیں- حضرت سلطان باھوؒ کی تعلیمات کو فلسفے کے ساتھ ساتھ موسیقی میں بھی استعمال کیا جا رہا ہے لیکن لوگ موسیقی میں ان کی شاعری سن کر ان کی تعلیمات سے متاثر ہوتے ہیں- حضرت سلطان باھوؒ اس فانی دنیا کی حقیقت کو کچھ اس طرح بیان فرماتے ہیں کہ:

عمر بندے دی اینویں وہانی جیویں پانی وچ پتاسا ھو

انسان کی زندگی اس طرح ہے جیسے پانی میں پتاسا- اگر اس حقیقت کو ذہن میں رکھا جائے تو انسان ہمیشہ صحیح راستے کا انتخاب کرتا ہے-

صدارتی کلمات

پروفیسر ڈاکٹر شاہد منیر

وائس چانسلر، یونیورسٹی آف جھنگ

حضرت سلطان باھُوؒ کا پیغام آفاقی ہے جو پوری انسانیت کیلئے مشعل راہ ہے-

اس خطے کی خوش قسمتی ہے کہ حضرت سلطان باھُوؒ کا تعلق جھنگ کی دھرتی سے ہے اور آپؒ سے ھنگ کی شناخت وابستہ ہے- اگر آپ حضرت سلطان باھُوؒ کے لٹریچر اور اشعار کو پڑھیں تو آپ کو ان کے مقام کا اندازہ ہو گا- جیسے ولیم شیکسپیئر، شیلے، جان ملٹن، انگریزی ادب اور دوسری زبانوں کے فلسفہ کو ہم پڑھتے ہیں لیکن بلھے شاہ، وارث شاہ، رحمان بابا، خواجہ فرید اور حضرت سلطان باھُوؒ کے افکار پر ہماری ریسرچ اور توجہ کم ہے- حضرت سلطان باھُوؒ کا پیغام کیا تھا؟ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"قَدۡ أَفۡلَحَ مَن تَزَكَّىٰ"

"پس فلاح پاگیا وہ جس کا تذکیہ ہوا"۔

پس معلوم ہوا مسلمانوں کے لئے فلاح تزکیہ میں ہے۔ اگر وہ تزکیہ کر لیں گے تو فلاح پا جائیں گے۔

"وَقَدۡ خَابَ مَن دَسَّىٰهَا"

"اور پس برباد ہو گیا وہ جس نے خواہشات کی پیروی کی"۔

اکیڈیمک سیشن

کانفرنس کے اکیڈیمک سیشن میں مہمانِ خصوصی صاحبزادہ محمد محبوب سلطان (وفاقی وزیر برائے ریاستی و سرحدی امور) تھے۔ سیشن کی صدارت صاحبزادہ سلطان احمد علی صاحب (دیوان آف جوناگڑھ سٹیٹ و چیئرمین مسلم انسٹیٹیوٹ) نے کی۔ سیشن کے اختتام پہ وقفہ سوال و جواب بھی منعقد کیا گیا تھا جس میں شرکاء نے معزز مقررین سے موضوع سے متعلق سوالات کئے جن کے تسلی بخش جوابات دیئے گئے۔ مدثر ایوب ریسرچ ایسوسی ایٹ مسلم انسٹیٹیوٹ نے سیشن میں ماڈریٹر کے فرائض سرانجام دیئے۔

معزز مہمان

ڈاکٹر عثمان جمشید

لیکچرر ایگریکلچرل یونیورسٹی ملتان

حضرت سلطان باھوؒ کے نزدیک زندگی میں علم کا دامن تھامے بغیر کسی بھی منزل تک رسائی ناممکن ہے۔ جیسا کہ ایک علم ظاہر ہے اور دوسرا علم باطن ہے۔ علم ظاہر مادی علوم کا علم ہے جو ہمیں مختلف قسم کے اداروں سے حاصل ہوتا ہے علم باطن کو دیکھا جائے تو صوفیائے کرام کے ہاں علم ظاہر کے ساتھ ساتھ علم باطن پر بھی مفصل بحث ملتی ہے۔ جس کا ذکر حضرت سلطان باھوؒ یوں فرماتے ہیں:

عِلموں بَاجھوں فَقر کماوے کافِر مَرے دیوانہ ھو

علم حاصل کیے بغیر کسی بھی منزل و مقام کی جستجو انسان کو راہ راست سے ہٹا دیتی ہے اور نہ ہی انسان ظاہری دنیا میں کوئی مقام و مرتبہ پیدا کر سکتا ہے اور نہ ہی اپنے باطن کی دنیا آباد کر سکتا ہے۔ حضرت سلطان باھوؒ نے اپنی فارسی کتب میں علم کی حقیقت یوں بیان کی ہے کہ:

علم حق نور است روشن مثل او انوار نیست
علم باید با عمل علمش کہ ہر خربار نیست

"علم حق روشن نور ہے اس کی مثل اور کوئی نور نہیں۔ علم ہو تو با عمل ہو ورنہ بے عمل علم کی ضرورت نہیں جو محض گدھے پر لدے ہوئے بوجھ کی مثل ہے"۔

اسی طرح آپؒ مزید ارشاد فرماتے ہیں کہ:

علمی کہ راہ بدوست برد در کتاب نیست
اینہا کہ خواندہ ایم ہمہ در حساب نیست

"یار سے یار ملانے والا علم کتابوں سے نہیں ملتا کہ راہ وصل میں درسی علم کسی کام نہیں آتا"۔

حضرت سلطان باھوؒ نے یہاں بنیادی طور پر باطنی علم کی طرف اشارہ کیا ہے۔ جس کا تعلق انسان کی روح سے ہے کیونکہ محض علم ظاہر انسانیت کی تعمیر کیلئے کافی نہیں ہے۔ اس سے مراد یہ نہیں کہ آپ نے علم ظاہر کی تردید کی ہے بلکہ آپؒ علم کی حقیقت واضح کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

"دو عقل ہیں، ایک عقل کل ہے اور دوسری عقل جز ہے۔ ظاہری علم کا تعلق نفس سے ہے اور نفس کے پاس عقل جز ہے۔ باطنی علم عرفان باللہ کا علم ہے جس کا تعلق روح سے ہے اور روح کے پاس عقل کل ہے پس عالم روحانی تمام علمائے نفسانی پر غالب ہے"۔

معزز مہمان

جناب منظور احمد خان

لیوٹن، یوکے، انگریزی مترجم تصانیفِ حضرت سلطان باھوؒ

حضرت سلطان باھوؒ نے فرمایا:

نفی اثبات دا پانی ملیس ہر رگے ہر جائی ھو

مزید یہ کہ جب ہم اسم اللہ ذات کا ذکر کرتے ہیں اور تصور میں اپنے دل پر توجہ کرتے ہیں تو ہم یہ دیکھنے کی کوشش کرتے ہیں کہ ہمارے دلوں پر اسم اللہ لکھا ہوا ہے۔ یہاں دل سے مراد وہ روحانی قلب جس کا ذکر قرآن میں "الفواد" کے

نام سے آیا ہے- اسی طرح یہ ایک اصول ہے کہ جب انسان کسی چیز کے بارے میں سوچتا ہے تو اس کا اثر DNA پر محسوس ہوتا ہے- خون جسم میں ایک ٹیلی کمیونیکیشن سسٹم ہے- لہٰذا جب ہم ذکر کے ساتھ سانس لیتے ہیں تو یہ ہمارے خلیوں کو مثبت توانائی فراہم کرتا ہے- ایک اصول ہے کہ DNA صرف اس وقت خلیے کی جھلی کو کھلنے کی اجازت دیتا ہے جب اسے محسوس ہو کہ آنے والی توانائی مثبت ہے- لہٰذا، ہم اس بات کو حضرت سلطان باھُوؒ کے اس بیت سے سمجھ سکتے ہیں کہ:

اندر بُوٹی مُشک مچایا جاں پُھلّاں تے آئی ھو

جب ہم ذکر اللہ میں سانس لیتے ہیں تو ہمارا جسم مثبت توانائی کے ساتھ پھولتا ہے- غم ماضی کے بارے میں ہے اور خوف وہ ہے جب ہم مستقبل کے بارے میں سوچتے ہیں- ایسا کرتے ہوئے ہم اپنے حال کو بھول جاتے ہیں- تو یہ ذکر ہمیں اطمینان فراہم کرتا ہے جب ہم اس ذکر کو اپنے دل میں جگہ دیتے ہیں- ذکر اللہ ہمارے اندر صبر و تحمل اور معاشرے میں ایک دوسرے کو برداشت کرنے کے قابل بناتا ہے-

معزز مہمان

پروفیسر ڈاکٹر غلام شمس الرحمٰن

شعبہ تعلیمات اسلامی، جی سی یونیورسٹی فیصل آباد

آج مسلم معاشرہ اور خاص طور پر پاکستان کے رہنے والوں کے بارے میں ایک عمومی تاثر پایا جاتا ہے کہ یہ لوگ پڑھے لکھے اور ترقی پسند نہیں ہیں- اس تاثر کی جڑیں نو آبادیاتی نظام میں پائی جاتی ہیں- یہ وہ زمین جس کو سونے کی چڑیا کہا جاتا تھا جس میں علم، فلسفہ، تصوف، شاعری اور دیگر علوم پروان چڑھے- فیض احمد فیض سے پوچھا گیا کہ مسلمانوں نے ہندوستان کو کیا دیا ہے تو آپ نے جواب دیا جو امیر خسرو دیا ہے کیا وہ کافی نہیں- سیاسی زوال کے بعد نو آبادیات کا نظام رائج ہوا اور ہم دو چیزوں سے محروم ہو گئے- ان میں سے پہلی چیز ہماری بنیاد فارسی زبان تھی- جس کی وجہ سے ہم اپنی ثقافت سے مکمل طور پر جدا ہو گئے اور اس کا متبادل ہم نے آج تک نہیں سوچا- ستم کی انتہا ہے کہ ہم مستشرقین کی زبانی جاننا چاہتے ہیں کہ ہماری ثقافت، تہذیب و تمدن کیا تھی- ہماری قوم آج تک نو آبادیاتی سوچ سے باہر نہیں نکل سکے-

ہمیں علاقائی ثقافت کو زندہ رکھنے کی ضرورت ہے- جس طرح حضرت سلطان باھُوؒ صرف ایک شاعر ہی نہیں بلکہ آپ نے 140 کے قریب کتابیں لکھی ہیں- آپ اپنی کتاب میں فرماتے ہیں کہ خود کو توحید رحمانی میں فنا کرنے سے فقیری حاصل ہوتی ہے-

معزز مہمان

ڈاکٹر عبد القادر مشتاق

چیئرمین ڈیپارٹمنٹ آف ہسٹری اینڈ پاکستان سٹڈیز، جی سی یونیورسٹی فیصل آباد

حضرت سلطان باھوؒ کی تعلیمات کے مطابق مرشد وہ ہے جو علم شریعت سے مکمل طور پر واقف ہو، شریعت کا پابند ہو، عمل شریعت کا عکس اس کی زندگی میں موجود ہو، اس کی زندگی طریقت کے مطابق گزر رہی ہو، وہ معرفت کے تمام اسرار و رموز سے واقف ہو، مقامِ حقیقت تک اس کی رسائی ممکن ہو اور سالک کو یہ تمام منازل طے کرائے- صوفی کی صحبت آپ کی مٹی کو اکسیر بنا دیتی ہے کیونکہ وہ ہر دل پر اپنا اثر چھوڑتی ہے- فیض دو طرح کا ہے ایک ناسوتی فیض جس کا تعلق ہمارے ظاہر سے ہے (یعنی دَم، تعویذ اور دعا وغیرہ) اور دوسرا ملکوتی فیض ہے جس کا تعلق ہمارے باطن سے ہے (یعنی روحانی فیض، منازلِ سلوک اور اخلاقی تربیت)- ہمیں مرشد کی صحبت اس لیے اختیار کرنی چاہیے تاکہ وہ ہمارا تعلق اللہ تعالیٰ سے جوڑ دے- ہمارا المیہ یہ ہے کہ ہم ناسوتی فیض کے لئے مرشد کی صحبت میں جاتے ہیں اور تصوف کی اصل روح سے محروم رہتے ہیں- اولیاء کرام کا جو کردار رہا ہے وہ ملکوتی فیض والا تھا جب تک ہمارے اسلاف

ملکوتی فیض کے لئے صحبت اولیاء اختیار کرتے رہے اس وقت تک معاشرے میں رواداری، امن، پیار اور برداشت قائم رہا اور ان معاشروں میں لوگوں کے رویے آج سے مختلف تھے- جب ہم نے دنیاوی معاملات کے لئے صحبت مرشد میں جاکر ناسوتی فیض لینا شروع کر دیا تو اس پر ہمارا کردار اور تعلقات پہلے سے مختلف ہو گئے- حضرت سلطان باھُوؒ کی تعلیمات کے مطابق طلب دنیا اور خواہشات نفس راہ خدا میں رکاوٹ ہے- اگر قربِ الٰہی کی طرف جانا ہے تو خواہش نفس اور حب دنیا کو دل سے نکال کر محبت الٰہی کو جگہ دینی ہو گی تبھی ہم تصوف کی اصل روح تک پہنچ سکتے ہیں-

مہمانِ خصوصی

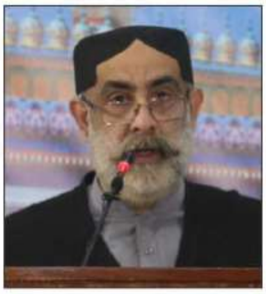

صاحبزادہ محمد محبوب سلطان

وفاقی وزیر برائے ریاستی و سرحدی امور

ہم جس معاشرے میں رہ رہے ہیں اس کی بنیادیں صوفیائے کرام نے رکھی ہیں- اس سرزمین پہ کلمہ حق کی صدا بلند کرنے میں صوفیاء کا انتہائی اہم کردار رہا ہے- آج کے جدید دور میں بھی اگر ہمارا معاشرہ قائم ہے تو صوفیائے کرام کی مہیا کی ہوئی اخلاقی و روحانی تربیت کی بنیاد پہ ہے- حضرت سلطان باھُو فرماتے ہیں:

جیوندیاں مَر رہناں ہووے تاں ویس فقیراں بَہیے ھو
جے کوئی سٹے گوڈر کُوڑا وانگ اَروڑی سَہیے ھو
جے کوئی کَڈھے گاہلاں مہنی اُس نوں جِی جِی کَہیے ھو
گِلا اُلاہماں بھَنڈی خُواری یار دے پَاروں سَہیے ھو
قادر دے ہَتھ ڈور اساڈی باھُوؒ جیوں رکھے تیوں رہیے ھو

روح کی پرورش اور باطنی زندگی انسان کو حق و باطل میں تمیز سکھاتی ہے، بے باکی سکھاتی ہے- یہ وہ عملی طریق ہے جو مسلم تہذیب اور معاشروں کی اساس ہے- ایسے حُسنِ اخلاق اور کردار سے صوفیاء نے لاکھوں بلکہ کروڑوں افراد کے دل نورِ ایمان سے منور کئے- صوفیاء انبیاء کرام (علیہم السلام) کے نقش قدم پہ چلتے تھے چنانچہ وہ مقامی زبانوں کو بہت اہمیت دیتے تھے- ہمارا ثقافتی ورثہ دنیا میں کسی بھی قوم یا خطے سے کم نہیں ہے- ہمیں اپنی تاریخ پہ فخر کرتے ہوئے اپنی روایات اور کلچر کو اگلی نسل تک پہنچانا ہے-

صدارتی کلمات

صاحبزادہ سلطان احمد علی صاحب

دیوان آف جوناگڑھ سٹیٹ و چیئرمین مسلم انسٹیٹیوٹ

آج کی کانفرنس کی وساطت سے میں تمام طلباء کے لیے ایک نصیحت کرنا چاہوں گا کہ اگر ہم روزانہ 30 منٹ لگا کر 10 صفحات پڑھیں تو اس کے مطابق 1 ہفتہ میں 70 صفحات بنتے ہیں- اسی طرح 1 ماہ میں 280 صفحات بنتے ہیں اور عمومی طور پر 1 کتاب کے صفحات کی تعداد کم و بیش 250 ہوتی ہے- اس کا مطلب یہ ہے کے آپ 1 ماہ میں 1 کتاب مکمل کر لیتے ہیں- سال کے آخر میں صرف 30 منٹ کی محنت سے سال

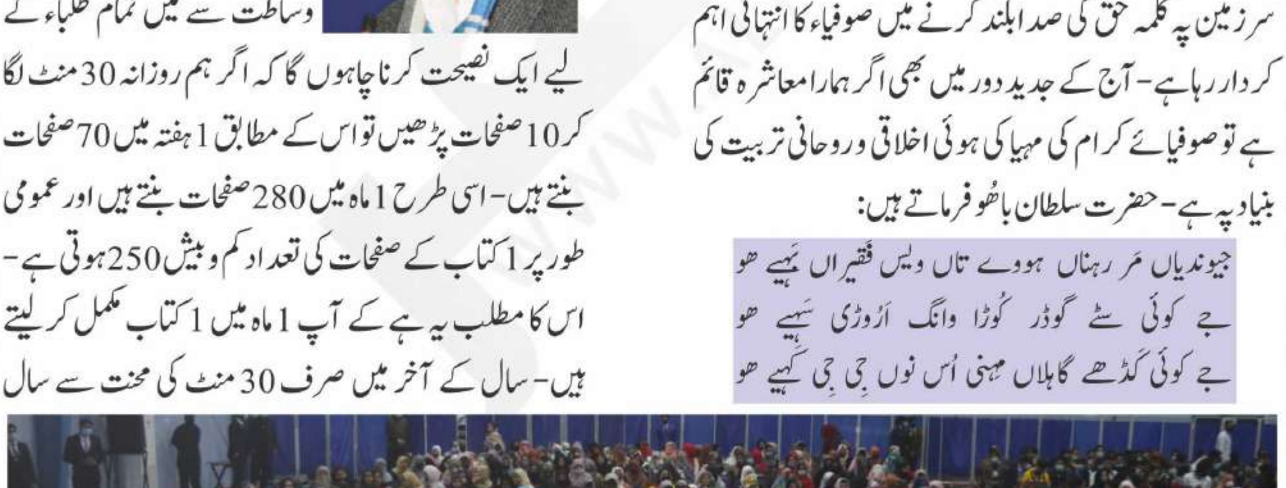

میں 12 کتابیں مکمل ہوتی ہیں- 5 سال میں 60 کتابیں مکمل ہو جاتی ہیں- ان کتب میں اگر حضرت سلطان باھُوؒ یا کسی اور صوفی بزرگ کی کتب بھی کتب شامل ہوں تو ہم اپنی تاریخ سے وابستہ ہو سکتے ہیں-

وقفہ سوال و جواب:

سوال: حضرت سلطان باھوؒ کے کلام میں گھوڑوں، دوسرے جانوروں اور پرندوں کے بارے بھی کچھ ہے؟

جواب: ’’منطق الطیر‘‘ جو حضرت فرید الدین عطار نے لکھی اس کتاب میں انہوں نے پرندوں کی مثالیں دے کر زندگی کے مختلف پہلوؤں کی وضاحت کی ہے- صوفی پرندوں اور فطرت کے بارے میں گہرائی سے پڑھتے ہیں اور ان کے بارے میں مختلف حقائق بیان کرتے ہیں- حضرت سلطان باھُوؒ نے اپنی شاعری میں گھوڑے، شیر، شہباز اور پرندوں کے حوالے سے زندگی کی مختلف پہلوؤں کی وضاحت کی ہے-

سوال: کیا عشق مجازی کیلئے عشق حقیقی ضروری ہے؟

جواب: عشق کی صرف ایک شکل ہے اور وہ ہے عشق حقیقی- دوسری طرف اللہ تعالیٰ نے اس کائنات میں محبت پیدا کی ہے جس کی وجہ سے مخلوق ایک دوسرے سے محبت کرتی ہے- تاہم، ہوس کا شکار افسانہ نویسوں، شاعروں اور فلم نگاروں نے ہوس جیسی ناپاک چیز کو محبت جیسے پاکیزہ نام میں پیش کیا- مغربی معاشرے میں ایک جملہ عام ہے کہ اگر آپ خوبصورت ہیں تو اسے (یعنی خوبصورتی کو) استعمال کریں- یہ جملہ دراصل خواتین کی تذلیل ہے- ظاہری حسن کی طرف ہوس آمادہ ہوتی ہے محبت نہیں- کہانیاں صوفیائے کرام نے بھی لکھی ہیں مگر ان میں ہوس نہیں بلکہ عشق حقیقی ہے-

صوفی جو کہانیاں لکھتے ہیں وہ سبق آموز ہوتی ہیں اور اس میں گہرے معنی ہوتے ہیں- مثال کے طور پر سوہنی اور ماہیوال کی کہانی میں پانچ کردار ہیں- ماہیوال، سوہنی، اس کی بھابھی، گھڑا اور دریا- حقیقت میں، پانچوں کرداروں کے مختلف معنی ہیں- سوہنی سچی محبت کی متلاشی (طالب) ہے- ماہیوال مطلوب ہے، بھابھی نفس ہے، کچا گھڑا ایسی طبیعت ہے جو ابھی عشق حقیقی کی آگ پر پکی نہیں اور دریا کی مثال دنیا اور اس کی آزمائشیں ہیں- یہ کہانیاں عوام الناس کیلئے عشقِ حقیقی تک پہنچنے کی علامتیں ہیں-

☆☆☆

کلمہ طیب

(تعلیماتِ صوفیاء کی روشنی میں)

(آخری قسط)

گزشتہ سے پیوستہ

لئیق احمد

قفلِ قلب کی کلید:

تمام اصفیاء و اتقیاء نے انسان کے دل کی اہمیت کو واضح کیا ہے اور اس کی حرمت کی پاسداری کا حکم دیا ہے- بندہ مومن کا دل حدیث نبوی (ﷺ) کی رُو سے حق تعالیٰ کی آماجگاہ قرار پایا ہے- جبکہ حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے تمام خزائن کو انسان کے قلب میں رکھ دیا ہے- حضور سلطان صاحبؒ نے کلمہ پاک کو قلب کے تالے کی چابی قرار دیا ہے- نیز ارشاد فرمایا:

”دونوں جہان اسم اللہ ذات کی طے میں آتے ہیں اور اسم اللہ ذات قلب انسانی کی طے میں آتا ہے اور قلب انسانی کا تالا حاضرات اسم اللہ ذات اور کلمہ طیبات ”لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ“ کی چابی سے کھلتا ہے“-[1]

ایک اور مقام پر حضور سلطان صاحب نے کلمہ پاک کو تمام نصیبوں کی کنجی قرار فرمایا ہے- نصیب کہ جس کا حاصل حق تعالیٰ کی ذاتِ بابرکات ہے- آپؒ ارشاد فرماتے ہیں:

”تمام نصیب، تمام قسمت، تمام مراتب حکمت، تمام خزائن اور تمام علوم طلسمات کلمہ طیب میں پائے جاتے ہیں اور تمام نصیبوں کی کنجی کلمہ طیب ہے- کلمہ طیب پڑھنے والا شخص نہ کبھی بے نصیب ہوا ہے اور نہ ہوگا البتہ وہ کافر یہود بے نصیب رہتا ہے جو معبود حقیقی کی معرفت سے بے خبر ہے- جو شخص کلمہ طیب ”لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ“ کی کنہ کو جان لیتا ہے اور زبان محمدی (ﷺ) سے سبق لے کر کلمہ طیب کی خاصیت کو سمجھ لیتا ہے اور زبان ہلائے بغیر اور ضمیر اور لوح محفوظ سے کلمہ طیب کو پڑھتا ہے تو دنیا و آخرت میں اللہ تعالیٰ کے تصرف کے جتنے خزانے موجود ہیں ان میں سے کوئی بھی اس سے خفی و پوشید نہیں رہتا- جس شخص کے وجود میں کلمہ طیب تاثیر کرتا ہے اور اسے نفع دینے لگتا ہے تو اس کی رگ رگ میں کلمہ طیب دریا کی طرح جاری ہو جاتا ہے اور سر سے قدم تک اس کے وجود کا ہر بال کلمہ طیب کا ورد کرنے لگتا ہے- اس طرح جب اس کے وجود میں کلمہ طیب قرار وسکون پکڑ لیتا ہے تو اس کی روح فرحت یاب ہو جاتی ہے، قلب زندہ ہو جاتا ہے نفس مر جاتا ہے اور تمام بری خصلتیں اس کے وجود سے نکل جاتی ہیں- جان لے کہ رسم وعادت کے طور پر کلمہ طیب پڑھ لینے کا مرتبہ اور ہے اور اللہ حیّ قیوم کے قرب حضور میں کلمہ طیب پڑھنے کا مرتبہ اور منصب اور ہے- حضور علیہ صلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے: ”محض زبان سے لا الہ الا اللہ پڑھنے والے لوگ تو کثیر ہیں“-[2]

کلمے کی برکات:

کلمہ پاک کی کئی برکات کا ذکر احادیث و اقوالِ اکابرین میں ملتا ہے لیکن ضروری ہے کہ کلمہ پاک کو فقط زبانی کلامی نہ پڑھا جائے بلکہ اس کی ماہیت اور حقیقت کو جان کر اس کا ورد کیا جائے- کلمہ پاک اسلام، ایمان اور احسان کا صدر دروازہ ہے اور یہی تمام اسرار و رموز کا پیش خیمہ بھی ہے- حضور سلطان العارفین فرماتے ہیں:

[1] (نور الھدیٰ، ص:114)

[2] (نور الھدیٰ، ص:28-29)

''جو شخص چاہتا ہے کہ بے حساب و بے حجاب ہو کر جملہ ثواب ایک ہی عمل سے حاصل کر لے اور اُس کے وجود میں نورِ ایمان جگمگاتا رہے اور وہ بلا روک ٹوک بہشت میں داخل ہو جائے تو اُسے چاہیے کہ وہ کلمہ طیب ''لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ'' کو اُس کی کنہ سے پڑھے''-[3]

جو شخص مرشد کامل کی توجہ اور اجازت سے کلمہ پاک کی کنہ کھولتا ہے اور ظاہر و باطن میں ان حروفِ قدسیہ کے فیضان سے مستفیض ہوتا ہے تو اسے حضور رسالتِ مآب (ﷺ) کی مجلس نصیب ہو جاتی ہے- بے شک و بلا شبہ آپ علیہ تحیۃ و الثناء جسے چاہیں اسے اپنے دیدار اور ملاقات سے نوازتے ہیں- حضور سلطان صاحب نے کلمہ پاک کی اس عظیم برکت کے متعلق ارشاد فرمایا:

''مرشد کامل وہ ہے کہ طالب اللہ کے دل پر نگاہ کرے تو جو خار و خس اور شیطانی اور نفسانی وسوسے اور خطرات طالب اللہ کے قلب میں ہیں سب کو پہلی ہی نظر میں جلا دے اور طالب اللہ کے دل کو شیطان کی قید سے چھڑا دے اور پھر طالب اللہ کو کلمۂ طیب افضل ذکر ''لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ'' (ﷺ) کی تلقین کرے- جان لے کہ کلمہ طیبہ میں چوبیس حروف ہیں اور دن رات میں چوبیس ہزار دم ہیں اور چوبیس ساعت ہیں اور ہر ایک گناہ ہر ساعت کو اس طرح جلا دیتا ہے جیسے آگ خشک لکڑی کو- تلقین یقین کے ساتھ ہے اور یقین تلقین سے ہے- نفی اثبات کا ذکرِ جہر تین ضربی ہے- پہلی ضرب میں جو ارشاد خداوندی ''اور سیدھی بات کہو'' لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کہہ کر دل پر ایسے جذبے کے ساتھ ضرب لگاتا ہے کہ دوسری ضرب میں ابد کا مقام کھل جاتا ہے اور طالب اللہ نفسانیت کے احوال سے توبہ کرتا ہے اور لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کی تیسری ضرب سے مجلس محمدی (ﷺ) کی حضوری سے مشرف ہوتا ہے-[4]

اللہ والوں کی تعلیمات کا نچوڑ یہ ہے کہ دل پاک رکھا جائے کہ وہ اللہ کا گھر ہے اور اس میں دنیا ومافیہا کی گرد ہرگز نہ چڑھے کہ یہ بندے کو اس کے رب سے دور کر دیتی ہے- کلمہ پاک کی برکت سے بندے کا دل دنیا کی نجس محبت سے پاک ہو جاتا اور اللہ کی محبت اس کے دل میں رچ بس جاتی ہے- جیسا کہ سلطان العارفین حضرت سلطان باھو صاحبؒ فرماتے ہیں:

''طالب صادق کو چاہئے کہ اسمائے الٰہیہ عالم برزخ کے ننانوے ناموں کا تصور ہمیشہ دل پر کیا کرے تاکہ ان کے اثر سے اس کے دل سے دنیا کی محبت نہ رہے (اور مٹ جائے) ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ و اشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ'' جو شخص اللہ تعالیٰ کے ان ننانوے ناموں کو بخیال و تصور عالم برزخ کے پڑھتا ہے وہ صاحب محبت شوق و اشتیاق ہو جاتا ہے''-[5]

کلمہ شریف پڑھنے والا غنی ہوتا ہے- یہ غنایت اسے وکیل اعظم پر کامل توکل سے نصیب ہوتی ہے- یہی وجہ ہے کہ اس کے بعد بندہ غیر اللہ کی جانب نہیں دیکھتا- جس کا اعتقاد کمزور ہے اس کا وظیفہ فقط زبانی ہے- نیز آپؒ کا فرمان ہے:

''حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے: ''دنیا مکر و فریب ہے اور مکر و فریب ہی سے ہاتھ آتی ہے''- اہل حضور دنیا سے دور ہی بھلے- جب تُو اقرار کرتا ہے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ (کوئی معبود نہیں سوائے اللہ کے) تو پھر غیر کے آگے ہاتھ کیوں پھیلاتا ہے''-[6]

کلمہ شریف وجود میں اس وقت تاثیر پکڑتا ہے جب قاری ظاہر باطن میں ہر نقطہ رزیلہ سے پاک ہو کر اس کا ورد

[3](نورالہدیٰ، ص:320)
[4](نورالہدیٰ خورد، ص:100-101)
[5](عین الفقر، ص:300-301)
[6](عین الفقر، ص:230)

کرتا ہے- حضرت سلطان باھو (رحمۃ اللہ علیہ) نے اس فلسفہ کو یوں بیان فرمایا ہے:

"کلمہ طیب "لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ" میں ایک خاص تاثیر ہے جو اس کے زبانی اقرار اور قلبی تصدیق میں پائی جاتی ہے- جب ذاکر کلمہ طیب کے وجود میں قلبی تصدیق کامل ہو جاتی ہے تو اس کے تمام وجود و جسم و جان میں کلمہ طیب کی تاثیر جاری ہو جاتی ہے جس سے اس کا نفس مر جاتا ہے اور وہ تمام انبیاواؤلیا کی ارواح سے ملاقات و دست مصافحہ کرنے پر قادر ہو جاتا ہے- یہ غرق فنافی اللہ ذات فقیر کا مرتبہ ہے- پس کلمہ طیب کے اقرار کا انحصار تصدیق دل پر ہے اور تصدیق دل کا انحصار توفیق روح پر ہے- جس طالب کو تصدیق و توفیق نصیب ہو جاتی ہے وہ ولایت اولیاء میں حضرت رابعہ بصری و حضرت بایزید بسطامی کے درجے پر پہنچ جا تا ہے ورنہ محض زبانی کلمہ طیب پڑھنے والے یزید منافق تو بہت زیادہ ہیں- جو آدمی کلمہ طیب کی حقیقت جان کر اس کی تصدیق کر لیتا ہے وہ صادق مطلق ہو جاتا ہے اور کلمہ طیب اس کے وجود میں تاثیر کرتا ہے- پھر وہ کلمہ طیب پڑھنے میں تاخیر نہیں کرتا کلمہ اس کا مونس جان بن جاتا ہے"-[7]

آدمی کے اجسام اس کی عادات کے مطابق پاک وناپاک میں منقسم ہیں- جو آدمی خلوص دل سے اللہ پاک کا ذکر کرتا رہتا ہے اس کا جسم نور بن جاتا ہے- آپؒ اس بارے میں ارشاد فرماتے ہیں:

"ایک وہ جسم ہے جو طاعت شعار ہو کر اشتغال اللہ (تصور اسم اللہ ذات) میں محو رہتا ہے اور نہایت ہی شوق سے لا الہ الا اللہ کا ذکر کرتا رہتا ہے یہ جسم سراسر نور ہے- دوسرا جسم وہ ہے جو مردہ دل ہو کر حرص دنیا اور بسیار خوری میں مبتلا رہتا ہے یہ جسم سراسر نار (آگ) ہے- نور جنت ہے اور نار جہنم ہے"-[8]

کلمہ پاک کی برکت اِس زندگی میں اور آخرت کی زندگی میں بھی ساتھ رہتی ہے- ذاکر عارف فقیر اہل اللہ کی نشانی ہے کہ وہ قلبی ذکر اور کلمہ پاک کا ذکر کرتے ہیں- حضور سلطان صاحبؒ اس کے متعلق یوں تلقین فرماتے ہیں:

"تصور اسم اللہ میں مشغول رہو تا کہ تمہارا شمار ذاکر عارفوں میں ہو کہ ذاکر عارف قبروں سے اسم اللہ کا ذکر کرتے ہوئے اٹھیں گے اور ذکر کلمہ طیب "لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ" کی برکت سے حساب و عذاب کے بغیر بہشت میں داخل ہوں گے"-[9]

دنیا اور دین کا فلسفہ:

اللہ تبارک و تعالیٰ نے انسان کو دنیا میں آزمائش و امتحان کے لئے بھیجا ہے- ایک ایسا امتحان جس میں اس نے غیر سے منہ پھیر کر حق کی جانب رجوع کرنا ہے- نفسانی خواہشات کا قلع قمع کر کے اللہ کی چاہت اور ارادت کی تکمیل کے لئے تگ و دو کرنی ہے- جو لوگ اس فلسفہ کو سمجھ کر "**ففرو الی اللہ**" کی رِیت پر چلتے ہیں وہ کامرانی کی طرف گامزن ہو جاتے ہیں جبکہ انکار کرنے والوں کی راہیں خواہ اس دنیا میں ان کیلئے تسکین بخش ثابت ہوں لیکن ہمیشہ کی زندگی میں تاریکی اور رسوائی کے سامان کے سوا ان کے لئے اور کچھ نہ ہو گا- کلمہ شریف محض ایک کلمہ نہیں ہے بلکہ یہ ماننے والوں اور نہ ماننے والوں کے درمیان تفریق کا ذریعہ بھی ہے- حضور سلطان العارفین اسی بارے میں فرماتے ہیں:

"دنیا میں سب سے مُشکل کام کون سا ہے؟ کافر کے لیے کلمہ طیب "لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ" پڑھنا مُشکل ہے"-[10]

[7](عین الفقر، ص:170)

[8](محک الفقر کلاں، ص:212)

[9](محک الفقر کلاں، ص:310)

[10](محک الفقر کلاں، ص:456)

خاتم ذکر اللہ کلمہ پاک کا ذکر ہے:

حدیث پاک کی رُو سے کلمہ پاک تمام اذکار میں افضل قرار پایا ہے- یہی کلمہ تمام ذکر اذکار کا خاتم اور منتہی بھی ہے- جسے بھی خاتمہ بالخیر نصیب ہوا اسی کلمے کی برکت سے نصیب ہوا- جیسا کہ آپؒ ارشاد فرماتے ہیں:

”جس طرح توریت و انجیل و زبور کی خاتم کتاب قرآن ہے اسی طرح تمام عبادات کی خاتم عبادت ذکر اللہ کلمہ طیب ”لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ“ کا ذکر ہے- جس طرح خاتم انبیاء حضرت محمد رسول اللہ (ﷺ) ہیں اسی طرح خاتم وحدانیت راز الٰہی فضل اللہ ہے اور خاتم ذکر اللہ کلمہ طیب ”لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ“ کا ذکر ہے- جو آدمی ذکر اللہ سے دوستی نہیں رکھتا وہ ذاکر تو کیا مسلمان بھی نہیں کہ خاتمہ بالخیر ذکر اللہ ہی سے ہوتا ہے یعنی خاتمہ بالخیر کلمہ طیب ”لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ“ کے ذکر سے ہی ہوتا ہے“-[11]

پنجابی کلام میں سے چند انتخابات:

حضور سلطان العارفین نے جہاں اپنی فارسی تصنیفات میں کلمہ پاک کی شرحیں تحریر فرمائیں ہیں وہیں اپنے صوفیانہ کلام میں بھی کلمہ پاک کے فضائل کا بیان بھی کمالِ اتم فرمایا ہے- آپؒ کے پنجابی کلام میں سے چند ابیات شریف کا انتخاب کیا گیا ہے اور ذیل میں اس کی تشریح بیان کی گئی ہے-

اَندر کَلمہ کِل کِل کردا عِشق سکھایا کلماں ھو
چوداں طَبق کلمے دے اندر قُرآن کتاباں علماں ھو
کانے کَپ کے قَلم بناون لکھ نہ سکن قلماں ھو
باھُوؒ ایہہ کلمہ مینوں پیر پڑھایا ذرا نہ رہیاں اَلماں ھو

اس بات میں توحید کے رموز پنہاں ہیں- توحید کے چار مراتب ہیں، زبان سے کلمہ پڑھنا، تصدیق قلب سے کلمہ پڑھنا، کلمہ کی حقیقت کا مشاہدہ کرنا اور جملہ موجودات کے وجود میں ذاتِ الٰہ کے سوا کسی غیر کو نہ دیکھنا اور کلمہ کی اس حقیقت اور کنہ تک پہنچنا طالب کا اور پہنچانا مرشد کا کام ہے- آپؒ فرماتے ہیں کہ میرے اندر کلمہ کی جو حقیقت موجود ہے

اسے میں نے عشق کی وجہ سے پایا ہے (عشق ایمان سے اگلا مرحلہ ہے) اور کلمہ کی حقیقت نے باطن کے اندر ہل چل مچا رکھی ہے- پوری کائنات، تمام انسانی کتب اور قرآن مجید کا علم کلمہ طیبہ کے اندر ہے- دنیا کے تمام مفسرین اور اہلِ قلم اس کلمہ کی شرح لکھتے چلے آ رہے ہیں لیکن ابھی تک اس کی حقیقت کو نہیں سمجھ سکے- مزید فرماتے ہیں کہ یہ کلمہ مجھے میرے مرشد نے سمجھایا اور تلقین کی ہے اور میں نے اس کی حقیقت اور کنہ کو پالیا ہے اب مجھے کوئی غم اور فکر نہیں ہے-

کلمیں دی گَل تداں پیوسے جَداں کلمیں دِل نُوں پھڑیا ھو
بے درداں نُوں خبر نہ کوئی دردمنداں گَل مڑھیا ھو
کُفر اسلام دی کل تداں پیوسے جَداں بھن جگر وِچ وڑیا ھو
مَیں قُربان تنہاں توں باھوؒ جنہاں کلماں صحی کر پڑھیا ھو

اس بیعت میں حضور سلطان العارفینؒ کلمہ کی تاثیر اور اس کے انوار و تجلیات کی برکات کا ذکر فرماتے ہیں کہ کلمہ پاک کی حقیقت اس وقت آشکار ہوتی ہے جب کلمہ پاک کا نور بندہ مومن کے دل میں سما جاتا ہے- کلمہ شریف کو اہلِ درد (عاشقانِ خدا) نے اپنی گردنوں میں تعویذ بنا کر پہن لیا ہے جبکہ دنیا دار اور بے معرفت لوگوں کو اس کلمہ کی وقعت کی کوئی خبر نہیں ہے- بندے کو کفر اور اسلام کے درمیان فرق اس وقت ہی واضح ہوتا ہے جب وہ اپنے ظاہر اور باطن میں یکسو ہو کر کلمہ پاک پڑھتا ہے کہ کلمہ پاک کا نور اس کے جگر میں داخل ہو کر اس کے وجود کو اپنے نور سے منور کر دیتا ہے- آپ (رحمۃ اللہ علیہ) ان عاشقوں پہ قربان ہونے کی تمنا رکھتے ہیں جنہوں نے ماسویٰ اللہ کو ٹھکرا کر کلمہ پاک کی کنہ کو سمجھ کر اسے پڑھا ہے-

[11] (محک الفقر کلاں، ص:464)

کلمیں دی گل تداں پیوسے جداں مُرشد کلماں دَسیا ھو
ساری عُمروِچ کُفر دے جالی بن مُرشد دے دَسیا ھو
شاہ علی شیر بہادر وانگن وڈھ کلمیں کُفر نوں سَٹیا ھو
دِل صافی تاں ہووے باھوؒ جاں کلماں لُوں لُوں رَسیا ھو

حضور سلطان صاحبؒ نے باطنی بیعت رسالتِ مآب (ﷺ) کے دستِ مبارک پہ کی اور آپؒ کی تصنیفات میں مرشد کی تعریف ہی یہ ہے جو اتباعِ سنت اور پیکرِ عشقِ محمد (ﷺ) ہو- جب طالب مرشد کی بارگاہ میں حاضر ہوتا ہے تو وہ اسے سب سے پہلے کلمہ پڑھاتا ہے اور اسے کلمہ پاک کی تلقین کرتا ہے جس کے بعد طالب کا دل کلمہ پاک کے نور سے فیض یاب ہو جاتا ہے- کلمہ کی حقیقت مرشد کامل اکمل مکمل کے سینہ پر عیاں ہوتی ہے اور وہ طالب پر بھی یہ راز افشاں کرتا ہے اور طالب کے وجود میں تمام خصائلِ بد کو کلمہ کی شمشیر سے اسی طرح ختم کر دیتا ہے جس طرح حضور سیدنا مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے بہادر کی طرح کفر کو کاٹ پھینکا- آپؒ نے دل کے انتہائی تصفیہ کا کلیہ پیش فرمایا ہے کہ جب کلمہ پاک کا نور انسان کے ہر ہر بال اور رگوں میں سرائیت کر جاتا ہے تب اس کا دل اور وجود صحیح معنوں میں پاک اور طیب ہوتے ہیں-

زبانی کلمہ ہر کوئی پَڑھدا دِل دا پَڑھدا کوئی ھو
جتھے کلمہ دِل دا پڑھیئے اُتھے مِلے زبان ناں ڈھوئی ھو
دِل دا کلمہ عاشق پَڑھدے کی جانن یار گلوئی ھو
ایہہ کلمہ اسانوں پیر پڑھایا باھوؒ میں سدا سُوہاگن ہوئی ھو

اس بیعت میں آپؒ نے کلمہ کے ذاکرین کے متعلق بیان فرمایا ہے- کلمہ پڑھنے والے دو طرح کے ہوتے ہیں- ایک وہ جو فقط اپنی زبان سے کلمہ پاک کے حروف ادا کرتے ہیں جبکہ دوسرے وہ ہیں جو دل سے کلمہ پاک پڑھتے ہیں اور جب کلمہ دل سے پڑھا جائے تو زبان کو جنبش دینے کی گنجائش باقی نہیں رہتی- دل کا کلمہ عاشق پڑھتے ہیں، زبانی کلمہ گو اس حقیقت کو نہیں سمجھ سکتے- کلمہ پاک کے تین حصے ہیں جسے حضور سلطان صاحب فقر فنا، فقر بقا اور فقر منتہی بیان فرمایا ہے- جب بندہ نفی لا الہ پڑھتا ہے تو وہ ہر شے سے بے نیاز ہو کر اپنی ذات (نفسانی خواہشات) کو بھی فنا کر دیتا ہے اور پھر اثبات الا اللہ پڑھ کر وہ بقا حاصل کرتا ہے یعنی اللہ بس ماسویٰ اللہ ہوس- جب محمد رسول اللہ پڑھتا ہے تو عشق و عرفان کی لذت اس کے وجود پہ طاری ہو جاتی ہے اور اس پر کلمہ پاک کی کنہ کھل جاتی ہے- آپؒ فرماتے ہیں کہ یہ کلمہ پاک مجھے میرے مرشد کریم حضور نبی کریم (ﷺ) نے پڑھایا ہے جسے پڑھنے کے بعد میں ہمیشہ کیلئے توحید کی رمز سے آشکار ہو کر نیک بخت ہو گیا جیسے سہاگن اپنے سہاگ سے بہرہ مند ہوتی ہے-

حرفِ آخر:

اللہ تبارک و تعالیٰ نے انسان کو اس دنیا میں اپنی معرفت وعبادت کیلئے بھیجا ہے- اس دنیا کا نظام توحید کی بنا پر قائم ہے اور توحید کے کلمات نفی اثبات "لا الہ الا اللہ" کا وہ پانی ہے جو انسان کے دل کو سیر کرنے کیلئے کافی ہے- کلمہ پاک کی ماہیت اور حقیقت کو صوفیاء کرام نے نہایت واضح انداز میں بیان فرمایا ہے- ضروری ہے کہ اس فلسفہ کو سمجھا جائے اور اہلِ تصوف سے رشتہ استوار کر کے کلمہ پاک کی کنہ تک پہنچا جائے کیونکہ کلمہ طیب (توحید و رسالت) دین کی اساس ہے اور ارکانِ اسلام کا اولین رکن ہے-

☆☆☆

میں قربان تنہاں توں باھوؒ

وقار حسن

سلطان العارفین حضرت سلطان باھو(رحمۃ اللہ علیہ) ہماری صوفیانہ ادبی روایت کے ایک منفرد ترین شاعر اور نثر نگار ہیں- ان کی نثری تحریروں کے علاوہ فارسی اور پنجابی شاعری منفرد اسلوب رکھتی ہے- بالخصوص پنجابی شاعری میں انہوں نے تصوف کے عمیق اسرار و رموز کو بڑے سادہ انداز میں قلم بند کیا ہے- ان کے ابیات جس قدر فکری و ذہنی حوالہ کے ساتھ ساتھ اپنی خاص لَے، آہنگ، اسلوب، قدرت اور آفاقیت کے حامل ہیں یہ سلطان العارفین کا ہی خاصہ ہے کہ اتنی عمدہ شاعری کی مثال کسی اور زبان کے ادب میں تلاش کرنا مشکل ہے- سلطان العارفینؒ کے پنجابی ابیات جو 200 کے لگ بھگ ہیں- ہر بیت منفرد رنگ اور فکری دھارے رکھتا ہے- ان ابیات میں جہاں پر دین و دنیا کے علوم کو پیش کیا گیا ہے- وہاں فنی حوالہ سے بھی کمالات دیکھنے کو ملتے ہیں- جس کی ایک سادہ سی مثال ان کے ہر مصرعہ کے آخر پر آنے والے لفظ ”ھو“ کی ہے- جو قاری اور سامع کو اپنے سحر میں مسحور کیے بنا نہیں چھوڑتا اور قاری جس قدر ”ھو“ کی کھوج میں نکلتا ہے اس کے لیے نئے نئے راستے کھلتے جاتے ہیں-

حضرت سلطان باھوؒ کا مقام و مرتبہ عام فہم سے بالاتر ہے- یعنی ایک حقیقی عارف و مردِ کامل کی حقیقت تک پہنچنا فقط عقلی سرگرمی ہی نہیں ہے بلکہ اس کیلئے مشقِ عشق بھی ضروری ہے جبکہ آپؒ سلطان العارفین یعنی عارفوں کے سلطان ہیں- ان ابیات شریف میں آپؒ نے ایک مخصوص انداز میں طالبان مولیٰ کے اوصاف کو گنوایا ہے- اس میں طالبان مولیٰ کے مختلف اوصاف، درجات اور ان کی کیفیات کا پرچار کیا گیا ہے- جیسا کہ آپؒ اس وصف کا تذکرہ کرنے سے قبل فرماتے ہیں کہ میں اس پر قربان ہو جاؤں جس میں یہ وصف ہے اور ابیات باھو میں 19 مقامات پر آپؒ نے اس طرح سے اوصافِ طالبِ مولیٰ کا تذکرہ کیا ہے-

بحیثیتِ امتِ محمدی (ﷺ) ہمارا یہ فخر ہے کہ ہم خاتم النبیین حضرت محمد مصطفےٰ (ﷺ) کے امتی ہیں اور آپ (ﷺ) کا امتی ہونا ہی اس امت کو دوسری امتوں پر فضیلت اور فوقیت بخشتا ہے- بزبانِ حضرت سلطان باھو (رحمۃ اللہ علیہ):

مَیں قُربان تِنہاں توں باھوؒ جنہاں مِلیا نَبیؐ سوہارا ھو

یعنی مَیں ان لوگوں پر قربان جاؤں جن کا فقط سہارا آقا کریم (ﷺ) کی ذات قدسیہ ہے- اس کا ایک باطنی پہلو یہ ہے کہ آپؒ ان طالبانِ مولیٰ پر فدا ہو رہے ہیں جنہوں نے طلب الٰہی کی راہ کا سفر اختیار کیا اور اس راہ میں ان کو رسالت مآب (ﷺ) کی زیارت نصیب ہوئی- گویا جس انسان نے معرفتِ حق کے لئے اپنے قلب سے صورتِ مصطفےٰ کریم (ﷺ) کو پالیا وہ خوش نصیب ہے اور اس خوش نصیب پر سلطان العارفینؒ قربان ہونا چاہتے ہیں- کیونکہ معرفتِ الٰہی کا بنیادی وسیلہ ہی صورتِ مصطفےٰ کریم (ﷺ) ہے- عشق، طلبِ الٰہی اور معرفت الٰہی کی راہ عقل سے ماوراء ہے- اس راہ میں طالب کے پاس فقط عشق کی دولت ہوتی ہے جس کی بنا پر وہ قربِ الٰہی کی منازل طے کرتا ہے- اسی لیے سلطان العارفینؒ فرماتے ہیں:

مَیں قُربان تِنہاں تُوں باھوؒ جنہاں عِشق جَوانی چڑھیا ھو

”عشق جوانی چڑھنا“ سے مراد عشق میں اوجِ کمال حاصل کرنا ہے- یعنی جن لوگوں میں معرفتِ الٰہی اور قرب الٰہی کا شوق بدرجہ اتم موجود ہوتا ہے وہ ذاتِ الٰہی کی طلب میں سرگرداں رہتے ہیں- کیونکہ راہ عشق امتحانات کی راہ ہے جس میں قدم قدم پر رکاوٹیں، مشکلات، تکالیف اور قربانیوں کا سامنا ہوتا ہے- اس راہ میں ثابت قدم رہنا اور استقامت حاصل کرنا بھی اس کی رحمت اور کرم کے بغیر ممکن نہیں- جن پر رب کریم کا کرم اور فضل ہو جائے وہ اس کے امتحانات میں کامیاب ہوتے ہیں- کیونکہ راہِ عشق میں کرامت سے بہتر استقامت ہے- جیسا کہ آپؒ فرماتے ہیں:

مَیں قُربان تِنہاں تُوں باھوؒ جنہاں عِشق سلامت کیتا ھو

راہ فقر میں ہر لمحہ طالب پر نئے اسرار و رموز اور مقامات اِفشا ہوتے ہیں- بعض ناقص طالب ان مقامات اور مراتب کے چکر میں پھنس جاتے ہیں جس کے باعث وہ فقر کی حقیقت تک رسائی حاصل کرنے میں ناکام ہو جاتے ہیں- کیونکہ راہ معرفت میں مقامات اور مراتب پر رکنا ناقص لوگوں کا کام ہے- اسی لیے سلطان العارفینؒ فرماتے ہیں:

مَیں قُربان تِنہاں تُوں باھوؒ جِنہاں رَکھیا قَدم اَگیرے ھو

راہِ حق میں حصولِ قربِ الٰہی کے لیے ذکرِ الٰہی ضروری ہے- کیونکہ انسان قلبی ذکر کے ذریعے ہی اپنی روح بیدار کر کے اپنے دل سے مخلوق کی محبت کو نکال کر خالق کی محبت پا سکتا ہے-

مرشدِ کامل طالب کو اس راہ میں قدم رکھتے ہی پہلا کام قلبی ذکر ”اسم اللہ ذات“ کا وظیفہ عطا کرتا ہے- ذکرِ اسم اللہ ذات سانسوں کے ذریعے دل سے کروایا جاتا ہے- یعنی انسان کی دو سانسیں ہیں، سانس اندر جائے تو ”اللہُ“ اور سانس باہر آئے تو ”ھو“ کا ذکر کیا جاتا ہے- جو اپنی سانسوں کو اللہ پاک کے ذکر میں قید کر لیتا ہے اور ہمہ وقت اس کے ذکر میں مگن رہتا ہے اس کے بارے میں آپؒ فرماتے ہیں:

مَیں قُربان تِنہاں تُوں باھوؒ جِنہاں کھُوہ پَریم دے جُتھے ھو

”پریم“ محبت کو کہتے ہیں، ”کھوہ“ کنویں کو اور ”جتے“ کا مطلب کنواں چلانا ہے- کنواں ایسا ذخیرہ ہے جہاں سے مسافروں اور فصلوں کو سیراب کیا جاتا ہے، بجلی آنے سے قبل گھوڑے، بیل اور اونٹ وغیرہ سے کنویں چلائے جاتے تھے جو کنویں کے گرد گھومتے رہتے تھے اور کنویں سے پانی جاری و ساری رہتا- اس تناظر میں بیت کا ایک مطلب یہ بھی ہے کہ اے باھُو! میں ایسے صادقانِ راہ کے قربان جاؤں جنہوں نے اپنی روح محبت کے فیض کے سرچشمہ یعنی ”اسم اللہ ذات“ کے طواف میں مگن رکھی-

ایک اور بیت میں فرماتے ہیں:

مَیں قُربان تنہاں تُوں باھوؒ جَہڑا ھُو نوں صحی کَریندا ھو

”ھو“ اللہ تعالیٰ کا اسم ذات ہے اور ”صحی کرنا“ سے مراد درست طریقے سے ادا کرنا ہے- یعنی جو اللہ تعالیٰ کے نام کا ذکر درست طریقے سے کرتا ہے- لغت میں ’صحی کرنا‘ کے معانی تصدیق کرنا کے بھی آئے ہیں- یہاں مراد ہو گا کہ جو اللہ تعالیٰ کی ذات کی تصدیق کرتا ہے جس کو تصدیق بالقلب کہتے ہیں- صحی کا تیسرا مطلب حضرت سلطان باھُوؒ کے آبائی علاقہ سون سکیسر کے لہجہ میں ”پہچاننا یا جان لینا“ بھی ہے تو اس سے مراد ہو گا جس نے اسمِ ھُو کی معرفت کو حاصل کر لیا یا ذاتِ حق کی معرفت کو پا لیا- یہ تینوں اوصاف طالبِ مولیٰ کے ہیں کہ وہ ذکرِ اللہ درست انداز میں بھی کرتا ہے اور اپنے دل سے ذاتِ الٰہی کی تصدیق بھی کرتا ہے اور اس کی معرفت سے بہرہ ور بھی ہو جاتا ہے-

راہِ معرفت میں جہاں پر طالب میں طلبِ صادق کا ہونا ضروری ہے وہاں اس راہ میں راہبری اور راہنمائی کیلئے مرشد کامل کا پکڑنا بھی ضروری ہے- کیونکہ یہ راہ وسیلت کی راہ ہے اور اللہ تعالیٰ نے بھی قرآنِ حکیم میں اس کی ذات تک رسائی حاصل کرنے کیلئے انسان کو وسیلہ پکڑنے کا حکم فرمایا ہے- صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ وہ وسیلہ مرشدِ کامل کی ذات ہوتی ہے جو خود راہِ معرفت کے اسرار و رموز کو جانتا ہے اور اپنے مرید کو بخیریت یہ سفر طے کرواتا ہے- آپؒ اس مرشد کا وصف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

مَیں قُربان اُس مرشد باھوؒ جِس دَسیا بھیت اِلٰہی ھو

یعنی میں اس مرشد پر قربان جاؤں جس نے قربِ الٰہی اور وصالِ الٰہی کا راز مجھ پر آشکار کیا ہے- نگاہِ مردِ مومن میں اللہ تعالیٰ نے وہ طاقت رکھی ہے کہ اس کی نگاہِ کرم اور شفقت سے لوگوں کی تقدیریں بدل جاتی ہیں- جیسا کہ آقا کریم (ﷺ) نے اپنی نگاہِ مبارکہ سے عرب کے جاہلوں کے دل نورِ معرفت سے بھر دیئے- مرشد کامل بھی اپنی نگاہ سے مردہ دلوں اور ارواح کو زندگی بخشتا ہے- آپؒ اس مرشد کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

مَیں قُربان تِنہاں تُوں باھوؒ جیہڑے ہِکی نگاہ جواون ھو

ایک اور جگہ پر فرماتے ہیں:

میں قُربان تِنہاندے باھوؒ جہڑا وِچھڑے یار مِلاوے ھو

دراصل انسان عالمِ لاہوت کا باسی ہے- وہاں پر وہ قربِ الٰہی میں رہا ہے- اس عالمِ ناسوت میں اس کو ذاتِ الٰہی سے جدائی دی گئی ہے- آپؒ فرماتے ہیں کہ میں اس مرشد پر قربان جاؤں جو اس جدائی کو ختم کرے اور اسی دنیا میں انسان کو اس کے خالق حقیقی سے ملا دے- راہِ معرفت کا بلند ترین مقام و مرتبہ ذات الٰہی کے استغراق میں مستغرق ہونا ہے یعنی اس کی ذات میں اس قدر فنا ہونا کہ انسان کو اپنی خبر بھی نہ رہے- توحید کی اس راہ کو اختیار کرنا کہ مخلوق کی خبر تک نہ ہو اور اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان کوئی پردہ نہ ہو-

مَیں قربان تنہاں تُوں باھوؒ جنہاں ذاتوں ذات بَسیرے ھو

ایک اور جگہ پر فرماتے ہیں:

مَیں قُربان تِنہاں دے باھوؒ جھیڑے وحدت دیوچ وڑدے ھو

جیسا کہ بیان ہوا ہے کہ راہِ معرفت میں طالب مولیٰ کا مقصود و مطلوب فقط ذاتِ الٰہی ہوتی ہے تو جس خوش نصیب کو اس ذات کا قرب ووصال نصیب ہو جائے اس کے بارے میں آپؒ فرماتے ہیں:

مَیں قُربان تنہاں توں باھوؒ جِنہاں مِلیا یار یگانہ ھو

آپؒ طالبان مولیٰ کے اوصاف بیان کرتے ہوئے ایک اور مقام پر فرماتے ہیں کہ:

مَیں قُربان تِنہاں توں باھوؒ جِنہاں خُون بَخشیا دِلبر نوں ھو

یعنی جن کو معرفتِ الٰہی حاصل ہو گئی ہے وہ کسی بھی طرح کی قربانی سے دریغ نہیں کرتے- پھر وہ قربانی چاہے مال کی ہو یا عزت و آبرو کی حتیٰ کہ انسان کو سب سے عزیز تر اس کی اپنی جان ہوتی ہے لیکن عاشق اپنی جان کی بھی بازی لگا دیتے ہیں- کیونکہ رضائے الٰہی کی خاطر اپنے خون کی قربانی دینا ازل سے عشاق کا شیوہ رہا ہے- قربانی کا یہ عظیم جذبہ طالبانِ مولیٰ کو سیدنا ابراہیم و سیدنا اسماعیل (علیہما السلام) اور اہلبیت و اصحابِ مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی سیرت سے نصیب ہوتا ہے جنہوں نے حق کی طلب و جستجو اور لذتِ وصل میں اپنا سب کچھ محبوبِ حقیقی کیلئے قربان کر دیا-

طالبِ مولیٰ کا ایک اہم ترین وصف عاجزی و انکساری ہے- اس کے وجود میں تکبر، غرور، گھمنڈ نہیں ہوتا ہے- وہ خالق کی بارگاہ میں ادب اور عاجزی سے پیش ہوتا ہے اور مخلوق کے ساتھ نرمی کا رویہ رکھتا ہے- چاہے اس کو بلند سے بلند تر مرتبہ نصیب ہو لیکن وہ اپنی طاقت، اختیارات کو مخلوق خدا کو تکلیف پہنچانے کے لیے استعمال نہیں کرتا- جیسا کہ آپؒ فرماتے ہیں:

مَیں قُربان تِنہانتوں باھوؒ جھیڑے ہوندیاں ہمت ہینے ھو

یعنی اختیار اور اقتدار کے ہوتے ہوئے بھی وہ عاجز اور کمزور کہلواتے ہیں- اپنے اختیارات اور طاقت کو ظاہر نہیں کرتے-

ایک اور خوبصورت ترین بیت مبارک کے چاروں مصرعوں میں آپؒ نے طالبِ مولیٰ کے چار اہم ترین اوصاف کا تذکرہ فرمایا ہے کہ طالبِ مولیٰ کا ایک وصف یہ بھی ہے کہ وہ با اخلاق ہوتا ہے، اس کی زبان سے کسی کو تکلیف نہیں پہنچتی اور اس کی زبان سے فضول گوئی نہیں ہوتی- دوسرا وصف یہ ہے کہ وہ ہمیشہ ایک بات کرتا ہے اور وہ بات قربِ الٰہی کے حصول کی ہوتی ہے- کیونکہ اس کا مقصود و مطلوب وہی ذات ہوتی ہے- تیسرا وصف یہ ہے کہ طالبِ مولیٰ اپنی نفسانی خواہشات کو ترک کر کے رضائے الٰہی کے مطابق زندگی گزارتا ہے اس کے وجود میں نفسانی اور شیطانی خواہش کا بسیرا اور اظہار نہیں ہوتا- بلکہ وہ اپنے نفس کو احکام الٰہی کے تابع رکھتا ہے- آخری اور اہم ترین بات یہ ہے کہ وہ سونے کی مانند قیمتی اور اہم ہونے کے باوجود بھی اپنے آپ کو حقیر اور لوہے کی طرح کمتر کہلواتا ہے اور تمام بڑائی اپنے مالک کی بیان کرتا ہے-

خوبصورت بیت ملاحظہ ہو:

سَو ہزار تِنہاں تُوں صَدقے جھیڑے مُنہ نہ بولن پھِکّا ھو
لکھ ہَزار تِنہاں تُوں صَدقے جھیڑے گل کریندے ہِکّا ھو
لکھ کروڑ تِنہاں تُوں صَدقے جھیڑے نَفس رکھیندے جھِکّا ھو
نیل پدم تِنہاں تُوں صَدقے باھوؒ جھیڑے ہوون سون سڈاوِن سِکّا ھو

مندرجہ بالا ابیات کے مصرعوں سے طالبانِ مولیٰ کے اوصاف واضح ہوتے ہیں اور اس بات کا بھی علم ہوتا ہے کہ حضرت سلطان باھوؒ جیسے جلیل القدر صوفی کے ہاں ان اوصاف کے مالک انسان کی کیا قدر و قیمت ہے-

ضرورت اس امر کی ہے کہ ان اوصاف کو کسی مردِ کامل کی تربیّت سے سیکھا جائے جیسا کہ پیروں کے پیر سیدنا عبد القادر الجیلانی (رضی اللہ عنہ) نے الفتح الربانی میں فرمایا ہے: ”جو کسی فلاح والے کو دیکھے گا نہیں فلاح نہیں پائے گا“-

یعنی فلاح پانے کیلئے فلاح یافتہ لوگوں کی زیارت و تربیت میں رہنا ضروری ہے- حضرت سلطان العارفین سلطان باھُوؒ کی خانقاہِ عالیہ سے حضرت سلطان محمد علی صاحب اسلاف کی اس عظیم تربیتی روایت کو جاری رکھے ہوئے ہیں اور مجھ جیسے ہزاروں نوجوان ان کی تربیت سے محبت، اخلاق، خدا خوفی، عشقِ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور طلبِ حق تعالیٰ کی راہ پہ گامزنِ عمل ہیں- آیئے آپ بھی اس تربیت و صحبت کا حصہ بن جائیں تاکہ ہم معاشرۂ انسانی کیلئے خیر کا باعث بن سکیں اور دنیا میں آنے کے مقصد کو حاصل کر سکیں- ہو سکتا ہے ہم بھی ان سعادت مند لوگوں کی صف میں شامل کر دیئے جائیں جنہیں حضرت سخی سلطان باھُو (رحمۃ اللہ علیہ) مخاطب کرتے ہوئے کہتے ہیں:

”مـیں قـربان تنہـاں توں باھُو“

☆☆☆

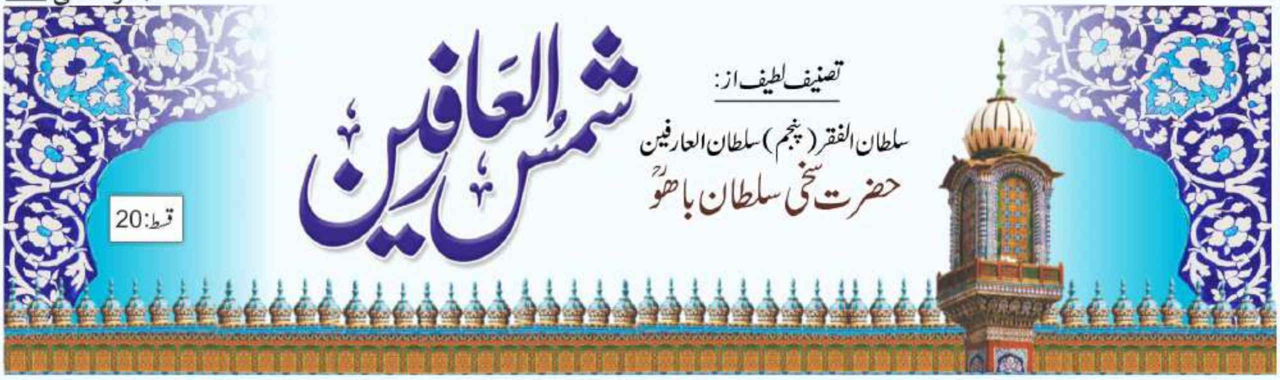

اسمِ اللہ ذات ''اَللّٰہُ'' اسمِ اعظم ہے، اسم ''لِلّٰہِ'' معظم ہے، اسم ''لَہٗ'' مکرم ہے اور اسم ''ھُوْ'' عظمتِ عظیم ہے- یہ اسمائے مبارکہ یکبارگی حضورِ خدا میں پہنچاتے ہیں اور پہلے ہی روز پُر نور حضوری کے اُس انتہائی درجہ پر پہنچاتے ہیں جہاں رجعت ہے نہ کوئی غم- اِن اسماء کا نقش اِس دائرہ میں ہے-

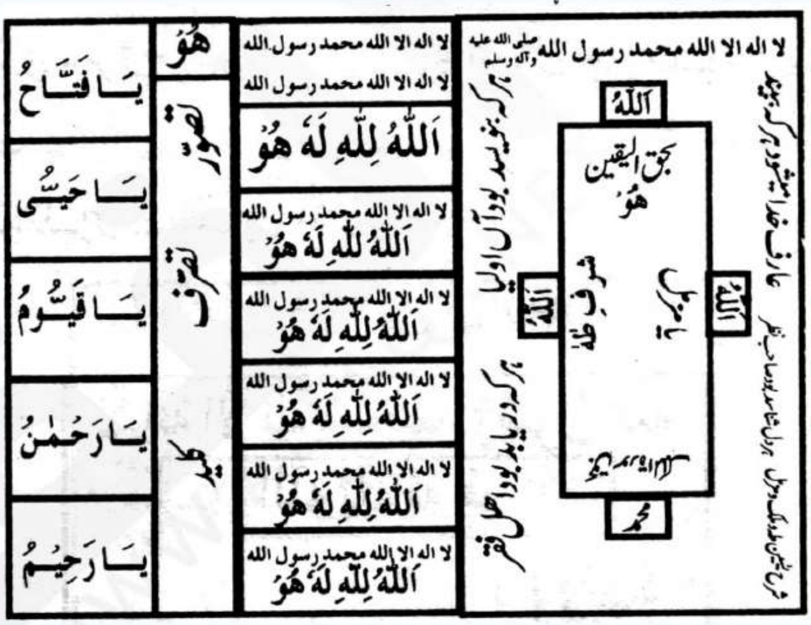

اور اگر کوئی چاہتا ہے کہ پہلے ہی روز قطب یا غوث کے مرتبے پر فائز ہو جائے اور تمام طبقات کی زیر و زبر سے واقف ہو جائے تو اِس نقش کو اپنے دونوں پہلوؤں پر لکھنے کی مشق کرے- حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے: ''جو اللہ کا ہو گیا، اللہ اُس کا ہو گیا''-

باب سوم

بیانِ مراقبہ و مکاشفہ:

مراقبہ دل کی نگہبانی کو کہتے ہے- مراقبہ ایک نگہبان ہے جو غیر حق رقیب مثلاً خطراتِ نفسانی، خطراتِ شیطانی، امراض پریشانی اور ماسویٰ اللہ کسی بھی چیز کو دل میں نہیں آنے دیتا- مراقبہ واصل بحق کرنے والے اور مشاہدۂ خاص بخشنے والے عمل کو کہتے ہیں- مراقبہ محبوب کی محبت، اسرارِ الٰہی و مجلسِ محمدی (ﷺ) کی محرمیت اور نور الہدیٰ تجلیٔ ذات کے مطالعہ کو کہتے ہیں-

شرحِ مراقبہ:

جب کوئی علمِ مراقبہ کا مطالعہ شروع کرتا ہے تو سب سے پہلے اُس کے دل میں محبت پیدا ہوتی ہے جس سے سات مجالس کی حضوری کھلتی ہے اور وہ آدم علیہ السلام سے لے کر خاتم الانبیاءؐ حضرت محمد رسول اللہ (ﷺ) تک تمام انبیائے کرام کی ارواح کی زیارت کرتا ہے- بے شک یہ علمِ مراقبہ کا ابتدائی سبق ہے-

(جاری ہے)

ABYAT-E-BAHOO

ابیاتِ باھو

عشق ماہی دے لایاں اگیں انہاں لگیاں کون بجھاوے ھو
میں کی جاناں ذات عشق دی کہیے جہڑا در در چا جھکاوے ھو
ناں خود سووے ناں سون دیوے ہتھوں ستیاں آن جگاوے ھو
میں قربان تنہاں دے باھو جہڑا وچھڑے یار ملاوے ھو

Ishq of beloved kindled the fire, such fire who could put out Hoo
What do I know regarding Essence of ishq you say at every door it bows you out Hoo
It wouldn't sleep neither lets me sleep even though from my sleep it awakes me Hoo
I sacrifice upon you Bahoo who unites my parted beloved with me Hoo

Ishq mahi day layia'N aggai'N inha'N laggiya'N kon bujhaway Hoo
Main ki jana'N zaat ishq di jeh'Ra dar dar cha jhukaway Hoo
Na'N Khud soway na sowan deway hatho'N aan jagaway Hoo
Main qurban tinha'N day Bahoo jeh'Ra wich'Ray yar milaway Hoo

Translated by; M. A. Khan

تشریح:

1: ”جان لے کہ شروع میں عاشق واصل باللہ عارف ولی اللہ کے وجود میں سات قسم کی آگ پیدا ہوتی ہے جو اُس کے ہر عضو کو رات دن اِس طرح جلاتی ہے جس طرح کہ آگ خشک ایندھن کو جلاتی ہے اور یہ آگ ذکر فکر شوق اِشتیاق مراقبہ محاسبہ اور غرق مع اللہ حضور کی آگ ہے“۔(محک الفقر کلاں)

عشقِ الٰہی کی آگ جب طالب کے وجود میں بھڑکتی ہے تو وہ تھمنے کا نام نہیں لیتی بلکہ وہ مزید تیز سے تیز تر ہوتی جاتی ہے۔جیسا کہ سُلطان العارفین حضرت سُلطان باھو (رحمۃ اللہ علیہ) ارشاد فرماتے ہیں:

”اسم اللہ ذات کی تپش اُسے دن رات جلائے رکھتی ہے جس طرح کہ آگ خشک لکڑیوں کو جلاتی ہے اور یہ آگ سرد نہیں ہوتی جب تک کہ وہ بہشت میں داخل ہو کر دیدارِ الٰہی سے سیراب نہ ہو جائے“۔(کلید التوحید کلاں)

عشقِ الٰہی کی آگ آدمی کے وجود میں کیسے پیدا ہوتی ہے؟اس کے بارے میں آپ (رحمۃ اللہ علیہ) ارشاد فرماتے ہیں:

”تصورِ اسم اللہ ذات کی ریاضت سے سخت تر و بہتر ریاضت اور کوئی نہیں جو سر سے لے کر پاؤں تک سارے وجود کو ہمیشہ کیلئے پاک کر دیتی ہے کیونکہ تصورِ اسم اللہ ذات سے وجود میں وہ آگ پیدا ہوتی ہے کہ جس کے ایک ہی ذرے سے دوزخ کی آگ بھڑکائی گئی ہے“۔(کلید التوحید کلاں)

2:نفس را رسوا بہ کُن بہر از گدا — برہرد ری قدمی بہر از خدا

”رضائے اِلٰہی کی خاطر ہر در کا گدا بن کر اپنے نفس کو رسوا کر“۔

عاشق حقیقی اپنے معبود حقیقی کی رضا کے حصول کے لیے مختلف احوال و کیفیات سے گزرتے ہیں،جیسا کہ آپ (رحمۃ اللہ علیہ) ارشاد فرماتے ہیں:

”جان لے کہ بعض فقراء ایسے ہیں جو کہیں بھی مستقل قیام نہیں رکھتے،وہ ہمیشہ سیر و سفر میں رہتے ہیں اور کہیں بھی آرام و جمعیت اور سکون و قرار سے نہیں رہتے خواہ کوئی اُن کی ہزار دلداری و غم خواری کرے یا نذر و نیاز سے اُن کی خدمت کرے۔وہ ہر جگہ مسافروں کی طرح پریشان حال رہتے ہیں اور اِس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اَللّٰہُ سے اُنس رکھتے ہیں اور غیر اللہ سے وحشت کھاتے ہیں،اُن کے کانوں میں ”فَفِرُّوْٓا اِلَی اللّٰہِ“ (پس دوڑو ”اَللّٰہُ“ کی طرف) کی آواز گونجتی رہتی ہے“۔(محک الفقر کلاں)

3:دیده با دیدار تر بیدار تر — با نظر ہرگز نه بیند سیم و زر

”جس کی آنکھ دیدارِ الٰہی سے سیراب ہو جائے وہ ہر وقت بیدار رہتا ہے،پھر وہ سونے چاندی کی طرف نہیں دیکھتا“۔(امیر الکونین)

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ عنہا) آقا کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی کیفیات کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتی ہیں:

”حضور نبی رحمت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہر وقت مشاہدۂ معرفت اور قربِ الٰہی میں غرق رہتے تھے اور مشاہدۂ توحید و نور حضور میں اُن کی محویت اِس قدر ہوتی تھی کہ دم بھر کے لیے بھی مشاہدۂ حضورِ ربانی سے فارغ نہیں ہوتے تھے اور اللہ تعالیٰ کی لامحدود و بے انداز محبت کا درد اور آتشِ عشقِ توحید کی تپش اُنہیں ایک پل کے لیے بھی آسودہ نہیں رہنے دیتی تھی“۔(کلید التوحید کلاں)

لیکن یاد رہے کہ شب بیداریاں اور ورد و وظائف کا اصل مغز (معرفتِ اِلٰہی اور مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تب نصیب ہوتا ہے جب مرشد کامل کی رفافت و تلقین نصیب ہو۔جیسا کہ آپ (رحمۃ اللہ علیہ) ارشاد فرماتے ہیں:

”راہبر باطن مرشد ہادی کے بغیر طالب ہرگز معرفتِ اِلٰہی اور مجلسِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی حضوری سے مشرف نہیں ہو سکتا خواہ عمر بھر تلاوتِ قرآن کرتا رہے یا وِرد و وظائف میں مشغول رہے یا درود شریف پڑھتا رہے یا علمِ مسائل فقہ پڑھتا رہے یا نمازِ نوافل پڑھتا رہے یا ریاضت و مجاہدہ کرتا رہے یا شب بیدار ہو کر نمازِ تہجد پڑھتا رہے“۔(کلید التوحید کلاں)

4:”مرد مرشد وہ ہے جو طالب اللہ کو ایسی ہر بلا سے محفوظ رکھے اور حاضراتِ اسم اللہ ذات کی مدد سے ایک ہی دم میں معرفتِ ”اِلَّا اللّٰہُ“ میں غرق کر کے نگاہِ اِلٰہی میں منظور کرا دے اور نورِ اِلٰہی میں غرق کر کے مجلسِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی دائمی حضوری سے مشرف کر دے“۔(کلید التوحید کلاں)

حضرت سُلطان باھو (رحمۃ اللہ علیہ) اپنے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں:

”مجھے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے تلقین فرما کر اِس قابل بنا دیا ہے کہ مَیں طالبانِ حق کو بارگاہِ حضور میں پہنچا سکتا ہوں“۔(امیر الکونین)

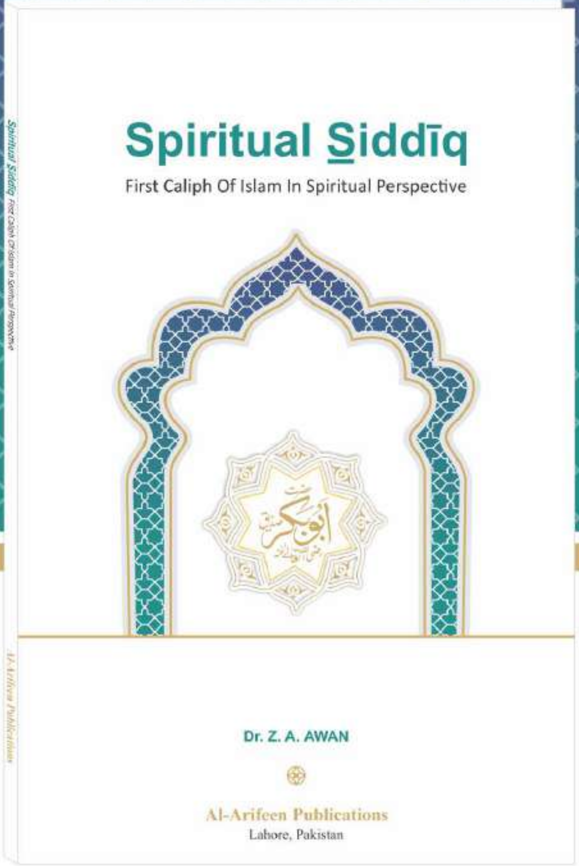

اسلام کے خلیفہ اول سیدنا حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہٗ) کی حیات مبارکہ پر ڈاکٹر زیڈ اے اعوان کی جامع اور فکری تحریر جس میں آپ (رضی اللہ عنہٗ) کی اسلام اور مسلمانوں کیلئے خدمات، آپ کی عظیم فتوحات اور شاہکار کارناموں کے علاوہ قرآن مجید واحادیث مبارکہ کی روشنی میں آپ (رضی اللہ عنہٗ) کے فضائل وشمائل اور کرامات کو احسن انداز میں اُجاگر کیا گیا ہے۔

اسلامی تاریخ میں دلچسپی رکھنے والوں کیلئے
نایاب اور مستند تحفہ

A MEANING STRUGGLE
INTERNATIONAL STANDARD

اپنے قریبی بک سٹال سے طلب فرمائیں۔

العارفین پبلیکیشنز (رجسٹرڈ) لاہور-پاکستان

ہیڈآفس: دربارِ عالیہ حضرت سخی سلطان باھوؒ ضلع جھنگ (پنجاب) پاکستان

پوسٹل ایڈریس: پی۔او۔بکس نمبر 11، جی پی او، لاہور
ویب سائٹ: www.alfaqr.net
ای میل: alarifeenpublication@hotmail.com